ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
www.tanzeem.org
26
مسلسل اشاعت کا
32واں سال
تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام
تنظیم اسلامی کا ترجمان
22 تا 28 ذوالحجہ 1444ھ/ 11 تا 17 جولائی 2023ء

باطل نظام ہائے زندگی اور اخلاقی بگاڑ

یہ ایک عملی حقیقت ہے کہ ہمیشہ اس کرۂ ارض پر ایسی قوتیں رہی ہیں جن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اسلامی نظامِ زندگی اس دنیا میں قدم نہ جما سکے۔ اس لیے کہ دنیا کے جس قدر غیر اسلامی نظام ہیں ان کے کچھ مفادات و امتیازات ہوتے ہیں۔ یہ نظام بعض کھوٹی اور جھوٹی قدروں پر قائم ہوتے ہیں۔ جب بھی دنیا میں اسلامی نظام قائم ہوتا ہے ایسی قوتوں کے مفادات ختم ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ یہ باطل نظام ہائے زندگی انسانی نفوس کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور انسانوں کو انسانی سطح سے نیچے گرا کر' ان کے اندر اخلاقی بگاڑ پیدا کر کے' اور ان کو حقیقت سے جاہل رکھ کر اسلامی نظام کی مخالفت میں لا کھڑا کر دیتے ہیں۔ یوں عوام الناس اپنی جہالت کی وجہ سے اسلام کی راہ روکنے لگتے ہیں۔ چنانچہ شر کا زور ہوتا ہے اور باطل پھولا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اور شیطان کی چالیں بہت گہری ہوتی ہیں۔ اندریں حالات قرآن حاملین ایمان اور اسلامی منہاجِ حیات کے علمبرداروں کے لیے اعلیٰ اخلاقی معیار تجویز کرتا ہے تاکہ وہ شر اور شیطان کے ایجنٹوں سے اچھی طرح مقابلہ کر سکیں۔ ان کی اخلاقی حالت مضبوط ہو' وہ دشمنوں کے خلاف لڑ سکیں اور ہر وقت ایسی جنگ کے لیے تیار رہوں جو ان پر اسلام کے دشمن مسلط کر دیں۔ یہی ایک ضمانت ہے جس کی وجہ سے دعوت اسلامی کی راہ نہیں رکتی' اور اسلامی نظام قائم ہوتا ہے۔

سید قطب شہیدؒ

اس شمارے میں

آہ کو چاہیے اِک عمر اثر ہونے تک
فلسفۂ قربانی
اسلامی نظام کی نظریاتی اساس
تحریک خلافت پاکستان
اخوت اسلامی
آئی ایم ایف کا پروگرام

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے علوم

سُورۃُ النَّمل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات:15 تا 17

وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا دَاوٗدَ وَ سُلَیۡمٰنَ عِلۡمًا ۚ وَ قَالَا الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ فَضَّلَنَا عَلٰی کَثِیۡرٍ مِّنۡ عِبَادِہِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۵﴾
وَ وَرِثَ سُلَیۡمٰنُ دَاوٗدَ وَ قَالَ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ عُلِّمۡنَا مَنۡطِقَ الطَّیۡرِ وَ اُوۡتِیۡنَا مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ ؕ اِنَّ ہٰذَا لَہُوَ
الۡفَضۡلُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۱۶﴾ وَ حُشِرَ لِسُلَیۡمٰنَ جُنُوۡدُہٗ مِنَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ وَ الطَّیۡرِ فَہُمۡ یُوۡزَعُوۡنَ ﴿۱۷﴾

آیت ۱۵ ﴿وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا دَاوٗدَ وَسُلَیۡمٰنَ عِلۡمًا ۚ﴾ ’’اور ہم نے داؤدؑ اور سلیمانؑ کو علم عطا کیا تھا۔‘‘
﴿وَقَالَا الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ فَضَّلَنَا عَلٰی کَثِیۡرٍ مِّنۡ عِبَادِہِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۵﴾﴾ ’’اور ان دونوں نے کہا کہ کل شکر اور کل تعریف اُس اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے مؤمن بندوں پر فضیلت عطا فرمائی۔‘‘

وہ اللہ کا شکر ادا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مؤمنین کے درمیان ایک خاص مرتبہ عطا کیا تھا۔

آیت:۱۶ ﴿وَوَرِثَ سُلَیۡمٰنُ دَاوٗدَ﴾ ’’اور وارث ہوا سلیمانؑ داؤدؑ کا‘‘
﴿وَقَالَ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ عُلِّمۡنَا مَنۡطِقَ الطَّیۡرِ﴾ ’’اور اُس نے کہا: اے لوگو! ہمیں سکھا دی گئی ہیں پرندوں کی بولیاں‘‘
﴿وَاُوۡتِیۡنَا مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ ؕ اِنَّ ہٰذَا لَہُوَ الۡفَضۡلُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۱۶﴾﴾ ’’اور ہمیں (اللہ کی طرف سے) ہر چیز عطا کی گئی ہے۔ یقیناً یہ (اللہ کا) بہت واضح فضل ہے۔‘‘

آیت:۱۷ ﴿وَحُشِرَ لِسُلَیۡمٰنَ جُنُوۡدُہٗ مِنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ وَالطَّیۡرِ فَہُمۡ یُوۡزَعُوۡنَ ﴿۱۷﴾﴾ ’’اور جمع کیے گئے سلیمان کے (معائنہ کے) لیے اُس کے تمام لشکر، جنوں، انسانوں اور پرندوں میں سے، اس طرح کہ انہیں جماعتوں میں منظم کیا جاتا تھا۔‘‘

ہر قسم اور ہر جنس کے لشکر کی علیحدہ علیحدہ جماعتیں (battalians) بنا کر انہیں ہر طرح سے منظم کیا گیا تھا۔

درس حدیث

دوسروں کی ضرورت میں کام آنا

عَنۡ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: ((مَنۡ قَضٰی لِاَحَدٍ مِنۡ اُمَّتِیۡ حَاجَةً یُرِیۡدُ اَنۡ یَّسُرَّہٗ بِہَا فَقَدۡ سَرَّنِیۡ وَمَنۡ سَرَّنِیۡ فَقَدۡ سَرَّ اللّٰہَ وَمَنۡ سَرَّ اللّٰہَ اَدۡخَلَہُ اللّٰہُ الۡجَنَّةَ)) (مشکوٰۃ شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص میری اُمت میں سے کسی کی ضرورت پوری کردے اور اس سے اس کی نیت صاحب ضرورت کو خوش کرنے کی ہو تو اُس نے مجھ کو خوش کیا اور جس نے مجھ کو خوش کر دیا اُس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کر دیا اور جس نے اللہ پاک کو خوش کر دیا اللہ پاک اُس کے بدلے میں اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔‘‘

تشریح: دین کا مقصد عبادت رب کے ساتھ انسانوں کی خیر خواہی، خدمت اور بھلائی بھی ہے۔ مومن ایک دوسرے کے ہمدرد اور مددگار ہوتے ہیں۔ حقیقت میں خدمت خلق اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشنودی اور جنت کے حصول کا ذریعہ ہے۔

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

22 تا 28 ذوالحجہ 1444ھ جلد 32
11 تا 17 جولائی 2023ء شمارہ 26

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک .... 800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (14300 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (10800 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ادار یہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آہ کو چاہیے اِک عمر اثر ہونے تک

28 جون کو جب مغربی یورپ میں مسلمان عیدالاضحیٰ منا رہے تھے ایک بدبخت شقی القلب عراقی سلوان مونیکا جو خود کو ملحد قرار دیتا ہے، نے سویڈن کے دارالحکومت سٹاک ہوم کی سب سے بڑی مسجد کے باہر اللہ کی آخری کتاب قرآنِ کریم کو نذرِ آتش کرنے کی ناپاک جسارت کی۔ مسجد کے ڈائریکٹر امام محمد خلفی نے احتجاج کے آغاز ہی میں پولیس سے درخواست کی کہ وہ احتجاج کی جگہ کو تبدیل کر دیں خاص طور پر اس لیے بھی کہ قانون میں اس کی گنجائش موجود تھی لیکن پولیس نے اُن کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور اس شیطانی ذہنیت کے حامل شخص کے اس گھناؤنے فعل میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی۔ یہ بات جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی ایک پہاڑ تھا جو عالم اسلام پر ٹوٹ پڑا مسلمانوں کے جذبات بُری طرح کچلے گئے۔ اُن پر سکتہ طاری ہو گیا، اُن کی بے بسی دیدنی تھی۔ مسلمان حکمرانوں کا ردِعمل کچھ دیر بعد آیا۔ بہر حال دیر آید درست آید اور اُنہوں نے پوری شدت سے اس قبیح فعل کی مذمت کی۔ ان میں خاص طور پر پاکستان، ملائیشیا، قطر، ترکی، سعودی عرب، سوڈان، صومالیہ اور متحدہ عرب امارات کے حکمران شامل تھے۔ 02 جولائی کو سعودی عرب کے شہر جدہ میں او آئی سی کے ہیڈ کوارٹر میں ہونے والے اجلاس میں مستقبل میں قرآن پاک کی بے حرمتی کے واقعات سے بچنے کے لیے اجتماعی اقدامات پر زور دیا گیا۔ سعودی عرب، عراق، کویت، متحدہ عرب امارات اور مراکش سمیت مختلف ممالک نے سویڈن کے سفیر کو طلب کر کے احتجاج کیا۔ سعودی وزارت خارجہ کی جانب سے جاری ہونے والے ایک بیان میں کہا گیا کہ یہ بار بار کی جانے والی نفرت انگیز کارروائیاں کسی بھی جواز کے ساتھ قبول نہیں کی جاسکتیں۔ حکومتِ پاکستان نے بھی اس حوالے سے پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس طلب کر لیا تاکہ اس سانحہ کی بھرپور مذمت کی جائے۔ حکومت اور اپوزیشن دونوں نے 07 جولائی 2023ء کو احتجاجی کال دے دی تاکہ یورپ کو ایک میسج دیا جاسکے۔ سویڈن کے منہ میں دو زبانیں تھیں ایک طرف اس سانحہ کی مذمت کی اور دوسری طرف یہ بھی ارشاد ہوا کہ اظہار رائے کی آزادی کے حوالے سے موجودہ قوانین کے تحت احتجاج کرنے کی درخواست کو مسترد نہیں کیا جاسکتا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمان حکمرانوں کا مسئلہ اپنی دینی، شرعی اور روحانی ذمہ داری نبھانا نہ تھا بلکہ لیپا پوتی کرنا تھا اُس عوام کو تھپکی دے کر اور لوری سنا کر گہری نیند سلانا تھا جس کا اِس خوفناک دھچکے سے جاگ جانے کا خطرہ تھا۔ ہم الزام نہیں لگا رہے مسلمان حکمرانوں نے کسی ایسے اقدام کا

زبانی اظہار بھی نہ کیا جس سے عملاً سویڈن کو کسی قسم کا معاشی یا سیاسی نقصان پہنچنے کا خطرہ لاحق ہوسکتا تھا۔ بعض ممالک کے وزارت خارجہ نے سویڈن کے سفیر کو طلب کرکے احتجاج یقیناً کیا۔ پاکستان کو یہ جرأت بھی نہ ہوئی۔ سب طرف سے یہ آواز ہی آئی ''اب کہ مار کر دِکھا'' اور ہمارے وزیر خارجہ تو اس سانحہ کے فوری بعد امریکہ روانہ ہوگئے۔ امریکہ نے سرکاری طور پر نہ بلایا تو نجی دورے پر ہی جا پہنچے، تاکہ شیطان بزرگ جو تمام اسلام دشمن قوتوں کا سرغنہ ہے کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر قسم اٹھا کر کہہ سکیں، خدا کی قسم میں نے کچھ نہیں کیا۔ اس معصوم کی پشت سے دستِ شفقت نہ اٹھایئے۔ الیکشن نامی ڈراما پاکستان میں رچایا جانے والا ہے۔ ہُما کو حکم دیں کہ میرے ہی سر پر بیٹھے۔ بہرحال سویڈن کے خلاف کسی مسلمان ملک کو اعلانِ جنگ کرنے کی ضرورت نہ تھی اور نہ ہی ایسا کسی طرف سے مطالبہ آیا۔

اگر OIC کے سربراہ اجلاس میں دوٹوک اعلان کردیا جائے کہ جو بھی ملک قرآن پاک یا حضورِ اقدس ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرے گا تمام مسلمان ممالک اُس کے ساتھ سفارتی اور تجارتی تعلقات منقطع کرلیں گے اور اس پر سختی سے عمل کریں گے تو یہ یورپین ممالک ناک کی لکیریں نکالنے پر تیار ہوجائیں گے۔ لیکن مسلمان ممالک کبھی ایسا نہیں کریں گے کیونکہ غریب اسلامی ملک IMF کے محتاج ہیں اور امیر ممالک کے حکمرانوں کی کرسی کی چابی امریکہ وغیرہ کے کنٹرول میں ہے۔ جسے چاہیں بٹھا دیں جسے چاہیں اٹھا دیں۔ یہ گورے لوگ عجیب قسم کے جمہوری، دیانت دار اور منصف مزاج ہیں اپنوں سے واسطہ ہوگا تو تجارت انتہائی دیانت داری سے ہوگی، عہد ایفائی بھی ہوگی اور راست گوئی بھی ہوگی اور غیروں سے پالا پڑے گا تو بددیانتی، آمریت اور عہد شکنی قومی مفاد کا تقاضا ہے لہٰذا یہ عمل صالح ہوگا۔ البتہ ہولوکاسٹ میں مرنے والے یہودیوں کی تعداد کو کم کرنا بھی جرم ہے اور کسی آزادیٔ تحریر وتقریر کی کوئی حیثیت نہیں جبکہ سویڈن یا فرانس وغیرہ میں جو کچھ ہوا اُس کی وہ مذمت نہیں کرسکتے کہ نام نہاد اظہارِ رائے کی آزادی کا حق سلب ہوتا ہے۔ درحقیقت آج دنیا Might is Right کا اصول تسلیم کر چکی ہے۔ عدل اُس عمل کا نام بن چکا ہے جو طاقتور کو فائدہ پہنچائے۔

کشمیر جیسا مسئلہ ہو جسے نصف صدی سے زیادہ وقت ہوچکا ہے کہ سلامتی کونسل کی قرارداد منظور ہوچکی ہے لیکن عمل درآمد نہیں ہوگا اور مشرقی تیمور کو عیسائی ریاست بنانے کا معاملہ ہو تو گھنٹوں اور دنوں میں عمل ہوگا۔ فلسطینیوں کو اپنی سرزمین سے نکال کر صہیونی آبادکاروں کو بسایا جائے گا تو سلامتی کونسل زبانی کلامی کارروائیاں کرتی رہے گی۔ اسرائیل سے دست بستہ گزارشیں کرتی رہے گی۔

درحقیقت مسئلہ جرم ضعیفی کا ہے۔ مسلمانوں کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ کوئی اُن کو اُن کا حق پلیٹ میں رکھ کر پیش نہیں کرے گا۔ امتِ مسلمہ کو اپنے تن میں جان پیدا کرنا ہوگی۔ یہ امتِ مسلمہ کا وہ زریں دور نہیں کہ مسلمان قابض افواج کو اگر ایک علاقہ خالی کرنا پڑتا ہے تو وہ اعلیٰ ترین اخلاقی نمونہ پیش کرتے ہوئے غیر مسلموں کو اکٹھا کرکے اُن کو جزیہ کی رقم واپس کردیتے ہیں کہ یہ ہم نے تم سے جزیہ اس بنیاد پر لیا تھا کہ ہم تمہاری حفاظت کریں گے لیکن اب کیونکہ ہم اس پوزیشن میں نہیں تو آپ کو آپ کا جزیہ واپس کررہے ہیں۔ آج جو قوتیں دنیا پر قابض ہیں اُن کے اخلاق کا معیار جس کی لاٹھی اُس کی بھینس ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کی دنیوی اور اُخروی نجات اس میں ہے کہ وہ اسلام کا عادلانہ نظام قائم کریں جس میں اپنے ہم قوم اور اپنے ہم مذہب کے لیے ہی نہیں سب کے لیے عدل ہے، غیر مسلم بھی مسلمان کے لیے خلاف فیصلہ حاصل کرسکتا ہے اگر وہ حق پر ہے۔ اگر مسلمان ایسا نہیں کرتے تو سمجھ لیں کہ اُن کے لیے زمین کا پیٹ زمین کی پیٹھ سے بہتر ہے۔ خالی خولی باتوں اور بے ہنگم نعروں سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ درحقیقت ایمان کی ضرورت ہے اور عمل صالح درکار ہے وگرنہ ہم سے شودروں جیسا سلوک ہوتا رہے گا۔ ہماری مقدس ہستیوں اور شعائر اسلامی کا مذاق بنتا رہے گا بلکہ بات مزید بڑھ سکتی ہے، شاید آنے والے وقت میں ہمیں رسمی احتجاج کی اجازت بھی نہ دی جائے۔ آج قرآن پاک کے نذرِ آتش کیے جانے پر قوم بے بس ہے، آنسو بہا رہی ہے، سسکیاں لے رہی ہے، آہیں بھر رہی ہے، غالب صدیوں پہلے کہہ چکے ''آہ کو چاہیے اِک عمر اثر ہونے تک'' لہٰذا اسلامی نظام اگر قائم نہیں ہوتا تو پھر انتظار کیجئے اس عمر کے گزرنے تک یا شاید قیامت تک۔

❁❁❁

فلسفۂ قربانی

(اُسوۂ ابراہیمیؑ کی روشنی میں)

مسجد دارالسلام، باغ جناح لاہور میں صدر انجمن خدام القرآن محترم عارف رشید صاحب کے 2023ء کے خطاب عیدالاضحیٰ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

10 ذوالحجہ کو ہر سال عیدالاضحیٰ منائی جاتی ہے۔ اس موقع پر پورے روئے ارضی پر بڑی تعداد میں مسلمان اللہ کے حضور نماز شکرانہ ادا کرنے کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ ہمارا دین عین فطرت ہے جس نے ہمیں سال میں دو تہوار دیے ہیں۔ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ۔ عید کے معنی ہیں: وہ ایونٹ جو بار بار repeat ہو۔ ہمارے دین کی خوبصورتی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں تہواروں کو دو بڑی بڑی عبادات کے ساتھ جوڑ دیا۔ عیدالفطر کے موقع پر ایک بڑا اجتماع ہوتا ہے جس میں ہم نماز شکرانہ ادا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں روزوں جیسی نعمت عطا کی اور ماہِ رمضان جیسا مہینہ عطا فرمایا جس میں اللہ نے اپنا کلام نازل فرمایا۔ یہ بہت بڑی نعمت ہے لہٰذا شکرانہ کے طور پر مسلمان اجتماعِ عید کے لیے نکلتے ہیں اور زبان پر تکبیر ہوتی ہے: اللہ اکبر، اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد! دوسری عید، عیدالاضحیٰ ہے اس کو اللہ نے ہمارے لیے حج جیسی افضل عبادت کے ساتھ جوڑ دیا جو ایک جامع عبادت ہے۔ اس میں بدنی اور مالی عبادتیں دونوں شامل ہیں۔ مسلمان زرِ کثیر خرچ کر کے حج کے لیے سرزمین حجاز (مکہ) میں پہنچتا ہے اور وہاں طواف، سعی بین الصفا والمروہ، وقوف عرفات، قیام منیٰ اور قربانی وغیرہ مناسک ادا کرتے ہیں۔ یہ اکثر و بیشتر مناسک حج حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے مختلف events ہیں۔ قرآن حکیم میں 72 مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام آیا ہے۔ قرآن کی 25 سورتوں میں آپؑ کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمام انسانوں کا امام قرار دیا۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿قَالَ اِنِّیۡ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ﴾ (البقرۃ:124)

''تب فرمایا: (اے ابراہیمؑ!) اب میں تمہیں نوعِ انسانی کا امام بنانے والا ہوں!''

پھر اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو اپنا انتہائی محبوب دوست قرار دیا۔ از روئے الفاظ قرآنی:

﴿وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبۡرٰہِیۡمَ خَلِیۡلًا ﴿۱۲۵﴾﴾ (النساء:125)

''اور اللہ نے تو ابراہیمؑ کو اپنا دوست بنا لیا تھا۔''

مرتب: ابوابراھیم

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے اور کتنے ہی واقعات ایسے ہیں جو قرآن حکیم میں بیان ہوئے ہیں۔ ملت ابراہیمی کا ذکر بیسیوں مقامات پر ہے اور حد یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے واحد کے صیغے میں خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ النحل میں ارشاد فرمایا:

﴿ثُمَّ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّۃَ اِبۡرٰہِیۡمَ حَنِیۡفًا ؕ وَمَا کَانَ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ﴿۱۲۳﴾﴾ (النحل)

''پھر (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم!) ہم نے وحی کی آپ کی طرف کہ پیروی کیجیے ملتِ ابراہیمؑ کی یکسو ہو کر اور وہؑ ہرگز مشرکین میں سے نہ تھے۔''

معلوم ہوا کہ آج جو ملت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہ اصل میں ملت ابراہیم کا تسلسل ہے۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیان کا اگر جائزہ لیں تو اس سے بڑا tribute قرآن حکیم نے اور کسی کو پیش نہیں کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذِ ابۡتَلٰۤی اِبۡرٰہٖمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّہُنَّ ؕ﴾ (البقرۃ:124) ''اور ذرا یاد کرو جب ابراہیمؑ کو آزمایا اُس کے رب نے بہت سی باتوں میں تو اس نے ان سب کو پورا کر دکھایا۔''

یہ عقل و شعور کا کڑا امتحان تھا۔ وہ معاشرہ جہاں شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیرے تھے وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نعرہ توحید بلند کیا:

﴿اِنِّیۡ وَجَّہۡتُ وَجۡہِیَ لِلَّذِیۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ حَنِیۡفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ﴿۷۹﴾﴾ (الانعام:79) ''میں نے تو اپنا رُخ کر لیا ہے یکسو ہو کر اُس ہستی کی طرف جس نے آسمان و زمین کو بنایا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔''

انسان کے نزدیک سب سے بڑھ کر اس کی عزیز ترین شے اس کی جان ہوتی ہے۔ آپؑ نے اپنی جان کی بھی پروا نہیں کی اور مشرکین کے سب سے بڑی معبد میں گئے اور ان کے تمام جھوٹے خداؤں کے مجسموں اور بتوں کو چکنا چور کر دیا۔ حالانکہ واضح اندیشہ تھا کہ جب قوم کے لوگ واپس آئیں گے تو اپنے معبودوں کی حالت دیکھ کر آپؑ کی جان کے درپے ہوں گے مگر انہوں نے اللہ کی توحید کے لیے حمیت اور غیرت میں اپنی جان کو بھی خطرے میں ڈالا اور کوئی اندیشہ ان کے راستے میں رکاوٹ نہ بن سکا۔ اور پھر اسی عقیدۂ توحید کی خاطر اپنا وطن اور گھر بار چھوڑ کر ہجرت کی صعوبتیں برداشت کیں۔ بیت اللہ کی تعمیر کے ذیل میں ذکر آتا ہے۔ فرمایا:

﴿وَاِذۡ یَرۡفَعُ اِبۡرٰہٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَیۡتِ وَاِسۡمٰعِیۡلُ ؕ﴾ (البقرۃ:127) ''اور یاد کرو جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ ہمارے گھر کی بنیادوں کو اٹھا رہے تھے۔''

اس دوران اُن کی زبان پر یہ دعا جاری تھی:

﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ص﴾ (البقرۃ:128) ’’اور اے ہمارے رب! ہمیں اپنا مطیع فرمان بنائے رکھ اور ہم دونوں کی نسل سے ایک اُمت اٹھائیو جو تیری فرمان بردار ہو۔‘‘

اس سے بڑھ کر سعادت کیا ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا اور ان کی ذریت میں امت محمد ﷺ پیدا فرمائی۔ ہمیں چونکہ اسلام گھر بیٹھے حاصل ہوگیا ہے، ہماری پیدائش مسلمان گھرانے میں ہوئی، اس لیے ہمیں اسلام کی قدر نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی پر نظر دوڑائیے جو اس راستے میں آزمائشوں اور امتحانوں سے بھری ہوئی ہے۔ اصل شے امتحان ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط﴾ (الملک:2) ’’جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے اعمال کرنے والا ہے۔‘‘

ہم میں سے بھی ہر شخص اس امتحان سے گزر رہا ہے۔ بقول شاعر ؎

اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی

ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اُسوہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ اُسوہ حسنہ کی اصطلاح قرآن حکیم میں جہاں محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے استعمال ہوئی وہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے بھی استعمال ہوئی۔ سورۃ الممتحنہ میں فرمایا گیا:

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ ج﴾ (آیت:4) ’’تمہارے لیے بہت اچھا نمونہ ہے ابراہیمؑ اور ان کے ساتھیوں (کے طرزِ عمل) میں۔‘‘

آپؑ نے اللہ کے حکم سے اپنی بیوی اور نوزائیدہ بچے اسمٰعیل کو بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑ دیا۔ کوئی شخص اس امتحان کی شدت کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ وہاں کوئی آبادی نہیں تھی، کوئی بستی نہیں تھی، کوئی پانی موجود نہیں تھا۔ آج مسلمان جو مناسکِ حج میں سعی بین الصفا والمروہ کرتے ہیں وہ اسی بات کی یاد میں کرتے ہیں کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ پانی کی تلاش میں اِدھر اُدھر ایک چٹان سے دوسری چٹان تک دوڑتی رہیں لیکن پانی کہیں نہیں ملا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی ہے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ایڑیوں کے نیچے سے وہ چشمہ جاری کر دیا جو آج تک جاری ہے۔ جس کا پانی آج بھی معجزہ ہے۔ اس سے بہترین پانی کا آپ تصور نہیں کرسکتے جس میں اللہ نے شفا رکھی ہے۔

سب سے بڑا امتحان جس کی یاد میں ہم قربانی کرتے ہیں کوئی آسان نہ تھا۔ ہم تو جانوروں کی قربانی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تین رات مسلسل ایک خواب دکھایا۔ آپؑ نے فرمایا:

﴿قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ﴾ ’’اُس نے کہا: اے میرے بیٹے! میں دیکھ رہا ہوں خواب میں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں‘‘

یہ مشکل مرحلہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر اس وقت سو برس کی تھی۔ سو برس کی عمر میں اپنے نوجوان بیٹے کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنا کوئی کم آزمائش نہیں تھی۔ مگر حکم رب کا تھا لہٰذا اس سے بھی دریغ نہیں کیا۔ اس موقع پر جو باپ کے دل میں اولاد کے لیے محبت اور شفقت ہوتی ہے وہ بھی آڑے نہیں آئی۔ یہ وہ عظیم لمحہ ہے جس کی یاد میں پورے روئے ارضی پر لوگ قربانی کرتے ہیں۔ جس میں استطاعت ہے وہ ہمت کرے اور اللہ کی راہ میں قربانی کرے۔ اس دن اللہ کو سب سے بڑھ کر محبوب عمل قربانی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے سوال کیا تھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ قربانیاں جو ہم کرتے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے بہت مختصر جواب دیا: ((سنة ابیكم ابراهیم)) ’’یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔‘‘

ہمارے لیے اصل غور و فکر کی بات یہ ہے کہ اگر اسوۂ ابراہیمیؑ ہمارے لیے نمونہ ہے اور اسوۂ محمدی ﷺ ہمارے لیے نمونہ ہے تو ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جو اللہ کے حکم کے سامنے سرِتسلیم خم کرتے ہیں۔ جس شخص نے اللہ کے حکم سے اپنے بیٹے تک کو قربان کرنے سے دریغ نہیں کیا، اللہ کی خاطر اپنے نوزائیدہ بچے اور بیوی کو بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑ دیا اس قربانی کا کچھ نہ کچھ عکس تو ہماری زندگیوں میں بھی ہونا چاہیے۔ علامہ اقبال نے بہت صحیح فرمایا۔

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے

دوسرے مقام پر بڑے خوبصورت الفاظ ہیں:

براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنالیتی ہے تصویریں

بہرحال ہم میں سے ہر شخص جب قربانی کے جانور کی گردن پر چھری پھیرے تو اُسے یہ بھی لازماً غور کرنا چاہیے کہ واقعتاً میری زندگی میں وہ تقویٰ، وہ ایمان اور وہ خلوص اور وفاداری ہے جو اللہ اور اس کے دین کے ساتھ ہونی چاہیے؟ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ دین تو نام ہی خیرخواہی، وفاداری کا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ)) ’’دین خیرخواہی ہے‘‘۔ آپ ﷺ نے یہ جملہ تین دفعہ دہرایا۔ پوچھا گیا: قلنا لمن؟ یارسول اللہ ﷺ کس کے لیے؟ فرمایا: قَالَ: ((لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِهِمْ)) ’’آپ نے فرمایا: اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسول (ﷺ) کے لیے، مسلمانوں کے ائمہ کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے۔‘‘ (مسلم)

ہم میں سے ہر شخص کو اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھنا چاہیے کہ واقعتاً ہم اللہ کے وفادار ہیں؟ اللہ نے جو شریعت کے احکامات نازل کیے' کیا میں اس پر کاربند ہوں؟ جو حرام اور ناجائز چیزیں شریعت میں منع کر دی گئیں' کیا میں اُن سے بچتا ہوں؟ کیا میں اللہ کے رسول ﷺ کے اُسوہ کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کرتا ہوں؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو وفاداری ہے اور اگر جواب نہ میں آئے تو پھر اسی لمحہ سے اصلاح کی کوشش شروع کرنی چاہیے۔ اسی طرح اللہ کی کتاب کے ساتھ میرا تعلق ہے، کیا میں اس سے کوئی رہنمائی لیتا ہوں؟ اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتا ہوں؟ یہ کتاب اللہ نے صرف ثواب حاصل کرنے اور ایصالِ ثواب کے لیے نازل نہیں فرمائی تھی بلکہ یہ کتاب ہدایت ہے۔ اسے ہم نے اپنی زندگیوں میں نافذ کرنا ہے۔ بہرحال عید کے دن جس طرح تکبیرات ہماری زبان پر ہوتی ہیں اسی طرح ہمیں یہ بھی سوچنا ہوگا کہ واقعتاً ہماری زندگیوں میں اللہ بڑا ہے؟ ہمارے اس پانچ چھ فٹ کے جسم پر اللہ کا حکم نافذ ہے؟ ہمارے گھر کی جو چھوٹی سی ریاست ہے اس میں اللہ کی شریعت موجود ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر ہمیں فکر کرنی چاہیے اور ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کی کتاب کے ساتھ وفاداری کا حق ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ صرف اسی صورت میں ہماری نجات ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں فلسفۂ قربانی کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اسلامی نظام کی نظریاتی اساس: ایمان

(بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے 1988ء کے ایک خطاب کی تلخیص)

خطبۂ مسنونہ اور تلاوتِ آیات کے بعد:

جس سلسلۂ خطبات کا آغاز اس وقت ہو رہا ہے‘ اس کا اصل موضوع ’’اسلام کا نظامِ حیات‘‘ ہے۔ چنانچہ ہمیں اسلام کے نظامِ حیات کے مختلف گوشوں پر قرآن حکیم کی روشنی میں غور وفکر کرنا ہے۔ لیکن ظاہر ہے‘ ایک خطبے میں ساری تفاصیل بیان نہیں کی جا سکتیں‘ لہٰذا آج کی نشست میں اس موضوع کے اصول ومبادی کو سمجھیں گے۔ بالفاظ دیگر آج کے خطبہ میں‘ جو درحقیقت تمہید کی حیثیت رکھتا ہے‘ ہم اسلامی نظام کی فکری اساس کا مطالعہ کریں گے۔ اس بارے میں چند ابتدائی باتیں قابل غور ہیں۔

فرد میں فکر وعمل کی مطابقت

فرد کی شخصیت کے دو رُخ ہیں‘ یعنی اس کا فکر اور عمل۔ ایک نارمل انسان میں یہ دونوں چیزیں لازم وملزوم ہیں‘ ان کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ فکر صحیح ہو تو عمل صحیح ہو گا اور فکر میں کجی ہو تو اس کا لازمی نتیجہ عمل میں کجی کی صورت میں نکلے گا۔ فکر محدود ہو تو عمل بھی محدود ہو گا‘ اور فکر میں وسعت کی صورت میں انسان کے اخلاق‘ معاملات‘ رویّے اور عمل میں بھی وسعت موجود ہو گی۔ فکر وعمل کی عدم مطابقت ایک صحت مند شخصیت میں نہیں ہو سکتی‘ البتہ مریض شخصیات کا معاملہ جدا ہے۔ اُن کے ہاں ہو سکتا ہے کہ فکر اور عمل کے دھارے مخالف سمت چلتے ہوں۔ مثلاً ایک شخص کو جسمانی عوارض لاحق ہیں۔ اس کے اندر خواہش تو ہے کہ کوئی کام کرے‘ لیکن جسمانی کمزوری اور معذوری کے باعث وہ اس کام کو سرانجام نہیں دے سکتا۔ اسی طرح ایک آدمی کو نفسیاتی عوارض لاحق ہوں‘ جن کی وجہ سے اُس کی قوتِ ارادی مضمحل ہو جائے‘ تو وہ کچھ کرنا چاہتا بھی ہو پھر بھی کچھ کر نہیں پاتا۔ اس کی بہت ہی سادہ سی مثال ہمارے معاشرے میں سگریٹ نوشی کرنے والے لوگ ہیں۔ ہمارے ہاں کتنے ہی لوگ ہیں جو تمباکو نوشی چھوڑنا چاہتے ہیں‘ اس کے مضر اثرات ان کے علم میں ہوتے ہیں‘ لیکن وہ اپنی عادت کے ہاتھوں مجبور ہوتے ہیں اور اس کے چھوڑنے پر قدرت نہیں پاتے۔ تو یہ استثناء ہے۔ البتہ عام اصول یہی ہے کہ ایک نارمل شخص کے فکر وعمل میں مطابقت ہو۔

البتہ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ مَیں لفظ ’’فکر‘‘ استعمال کر رہا ہوں ’’قول‘‘ نہیں۔ ایک نارمل انسان میں فکر وعمل کا تضاد نہیں ہوتا۔ قول وفعل کا تضاد اور شے ہے‘ اور ہم دیکھتے ہیں کہ لوگوں کے قول اور عمل میں تضاد پایا جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کو سخت غصہ دلانے والی شے ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں فرمایا گیا:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝﴾ (الصف)

’’اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ اللہ کے ہاں یہ بات سخت بے زاری کی ہے کہ تم وہ کہو جو کرتے نہیں۔‘‘

قول وعمل کا تضاد اس لیے ہوتا ہے کہ انسان جو کچھ کہہ رہا ہوتا ہے اس پر اس کو ذاتی یقین حاصل نہیں ہوتا۔ وہ جس بات کا دعویٰ اور اعلان کرتا ہے‘ اُس پر عمل اس لیے نہیں کرتا کہ اس کی حقیقی سوچ وہ نہیں ہوتی۔ قول وعمل کے تضاد کی سب سے بڑی مثال ہم مسلمانوں کا طرزِ عمل ہے۔ ہماری عظیم اکثریت اس وقت جن چیزوں کو ماننے کی مدعی ہے‘ وہ اکثر وبیشتر لوگوں کے ہاں صرف ایک عقیدہ کی حد تک ہیں اور بندھی پوٹلی کی صورت میں دماغ کے کسی گوشے میں رکھی ہوئی ہیں۔ یہ عقیدہ ان کے فکر میں پیوست شدہ اور ان کی سوچ میں سرایت کیے ہوئے نہیں ہے۔ بہرحال مَیں یہاں ’’فکر‘‘ کا لفظ استعمال کر رہا ہوں‘ اور لوگوں کے فکر وعمل میں تضاد صرف استثنائی حالات ہی میں نظر آئے گا‘ عام حالات میں ایسا نہیں ہوتا۔

جس طرح ایک فرد کا معاملہ ہے اسی طرح کا معاملہ ایک معاشرے‘ قوم اور کمیونٹی کا بھی ہے۔ ایک قوم اور معاشرہ کا بھی ایک اجتماعی فکر ہوتا ہے۔ اسی اجتماعی فکر سے اس کے نظامِ حیات کی تشکیل ہوتی ہے۔ یعنی اس کا نظامِ اقدار وجود میں آتا ہے‘ اس کے نظامِ اخلاق کی تعمیر ہوتی ہے‘ اس کے نظامِ معاشرت کی صورت گری ہوتی ہے‘ اُس کا نظامِ معیشت تشکیل پاتا ہے‘ اُس کا نظامِ سیاست وجود میں آتا ہے۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ اجتماعی نظامِ حیات ایک حیاتیاتی اکائی (organic whole) ہے۔ یہ ایک ایسی حیاتیاتی حقیقت ہے جس کے اجزاء کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ نظامِ حیات ایک حیاتیاتی حقیقت ہونے کے ساتھ ساتھ قوم اور معاشرے کی اجتماعی فکر کے ساتھ مربوط ہوتا ہے۔ اگر اجتماعی فکر‘ اجتماعی سوچ اور اجتماعی نقطۂ نظر تبدیل نہ ہو تو معاشرے کے اجتماعی نظامِ حیات میں بھی کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ (یاد رہے کہ مَیں لفظ ’’فکر‘‘ استعمال کر رہا ہوں‘ ایک ایسے موروثی عقیدہ کی بات نہیں کر رہا جو محض نسلاً بعد نسلٍ چلا آتا ہے‘ لیکن قوم کے اجتماعی فکر اور سوچ میں پیوست نہیں ہوتا۔) مثال کے طور پر کمیونزم‘ ڈیموکریٹک سوشلزم یا سوشل ڈیموکریسی‘ یہ بھی اجتماعی نظام ہیں جن سے ایک خاص قسم کی معیشت اور ایک خاص طرز کی سیاست وجود میں آتی ہے۔ یہ ایک مخصوص اجتماعی فکر کی پیداوار ہیں۔ ان نظاموں کی فکری اساس جدلی مادیت کا نظریہ ہے‘ جس نے پوری کائنات اور تاریخ کی ایک مادی توجیہہ کی۔ اس نظریہ یا فکر کے مطابق انسان کے لیے اہم ترین مسئلہ اس کا معاشی مسئلہ ہے‘ لہٰذا اجتماعی زندگی میں اصل شے وقت کا معاشی نظام ہے‘ اور معاشی نظام ہی سے اخلاقی اقدار وجود میں آتی ہیں۔ یہ فکر وفلسفہ ایک شخص نے اپنی کتاب میں پیش کیا۔ اس فکر نے کچھ لوگوں کے ذہنوں پر تسلط قائم کیا۔ پھر انہی لوگوں نے اس فکر کے زیر اثر اشتراکی انقلاب برپا کیا۔ کمیونزم‘ سوشلزم اور سوشل ڈیموکریسی وغیرہ یہ جدلی مادیت کے شیڈز ہیں۔ ان سب کی فکری اساس اسی پر استوار ہے۔ اسی طرح کا معاملہ اسلام کے نظامِ حیات یا اسلامی نظامِ زندگی کا ہے۔ اس کی بھی ایک فکری اساس ہے۔ اس کے لیے ہمارے ہاں ایک اصطلاح ’’ایمان‘‘ ہے۔ لیکن میں یہ اصطلاح استعمال کرنے کی بجائے اس کے لیے ’’فکری اساس‘‘ کا لفظ استعمال کر رہا ہوں‘ تاکہ آپ اس حقیقت پر ذرا وسعتِ نظر سے غور کر سکیں۔

'اسلام کا نظامِ حیات' کی اصطلاح: حادث یا قدیم؟

"اسلام کا نظامِ حیات" ایک ایسی اصطلاح ہے جو حقیقتاً تو قدیم ہے' لیکن واقعتاً حادث ہے۔ حادث اس معنی میں کہ ہمارے دینی لٹریچر میں اس اصطلاح کا کوئی وجود نہیں تھا۔ یہ اصطلاح نہ تو قرآن مجید میں موجود ہے اور نہ احادیث نبویہؐ کے ذخیرہ میں جو میری نگاہ سے گزرا ہے' مجھے مل سکی ہے۔ میرا گمان ہے کہ ہمارے متقدمین' مفکرین اور ائمہ کے ہاں بھی یہ اصطلاح موجود نہیں ہے۔ بلکہ میرے علم کی حد تک لفظ "نظام" بھی پہلی بار شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے استعمال کیا ہے۔ انہوں نے "فُکَّ کُلَّ نِظَامٍ" کا انقلابی نعرہ لگایا۔ اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ "اسلامی نظامِ حیات" کی اصطلاح حادث ہے۔ یہ اصطلاح قدیم اس اعتبار سے ہے کہ یہ نوشتۂ دیوار کی مانند ایک روشن حقیقت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جزیرہ نمائے عرب میں جو انقلاب برپا کیا اور آپؐ جو ہمہ گیر تبدیلی لائے' اس نے زندگی کے تمام گوشوں کو تبدیل کر کے رکھ دیا۔ آپ ﷺ کا برپا کردہ انقلاب صرف عقیدے کی تبدیلی نہ تھا۔ ایسا بھی نہیں تھا کہ اس سے صرف انفرادی زندگی میں تبدیلی آ گئی تھی اور محض انفرادی اخلاق کی تربیت اور تزکیہ کا سامان ہو گیا تھا۔ یہ ساری چیزیں بھی موجود تھیں' لیکن ان کے ساتھ ساتھ یہ انقلاب ایک مکمل نظامِ معیشت' ایک مکمل نظامِ سیاست و حکومت' ایک مکمل قانونِ حدود و تعزیرات' ایک مکمل قانونِ وراثت' ایک مکمل قانونِ فوجداری و دیوانی کا حامل تھا۔ الغرض یہ زندگی کے ہر ہر گوشے کو بدل دینے والا انقلاب تھا۔ یہ کامل نظامِ حیات تھا۔ آپ ﷺ نے اس نظامِ حیات کا عملی نمونہ بھی قائم کر کے دکھا دیا۔ ساری دنیا مانتی ہے کہ یہ نظام تقریباً تیس برس کامل صورت میں دنیا بھر میں قائم رہا۔ اگرچہ بعد میں اس پر زوال آیا' لیکن آنِ واحد میں یہ سارا نظام ختم نہیں ہو گیا' بلکہ اس کا خاتمہ بھی بتدریج ہوا۔ اس سے یہ واضح ہوا کہ اسلام کا نظامِ حیات حقیقتاً تو قدیم ہے' لیکن جہاں تک "اسلامی نظامِ حیات" کی اصطلاح کا تعلق ہے تو یہ ایک حادث اصطلاح ہے۔

میرے نزدیک "اسلامی نظامِ حیات" کی اصطلاح کا آغاز بہت ہی مرعوبیت کے ساتھ اور شکست خوردہ ذہنیت کی بنا پر ہوا۔ جب مغرب میں مختلف عمرانی نظریات سامنے آئے' مختلف نظام ہائے حیات کا تصور اُبھرا تو اُن سے مرعوبیت کے سے انداز میں ہمارے ہاں بھی ان نظریات کا ایک عکس اسلامی نظامِ حیات یا اسلامی نظام کی صورت میں ظاہر ہوا۔ مثلاً جب یورپ میں آمریت کا دور دورہ ہوا اور فاشزم اور نازی ازم کا غلغلہ بلند ہوا تو ہمارے ہاں بھی کچھ لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ آمریت ہی صحیح اسلامی نظام ہے۔ پھر جب وہاں جمہوریت کا نعرہ لگا تو ہم نے یہ کہہ دیا کہ ہمارا نظامِ سیاست بالکل جمہوری ہے اور یہی نظام واقعتاً حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا عطا کردہ ہے۔ اسی طرح جب وہاں سوشلزم کا شہرہ ہوا تو اسی مرعوبیت کے ساتھ ہم نے کہا کہ سوشلزم عین اسلام ہے اور یہ کہ اسلام سوشلزم کا داعی ہے۔ یہی معاملہ "نظامِ حیات" کی اصطلاح کا ہے۔ مغرب میں نظامِ زندگی کا تصور اُبھر کر سامنے آیا اور اس ضمن میں انسان نے مختلف ارتقائی مراحل طے کیے تو ہمارے ہاں بھی "اسلام کے نظامِ حیات" کا تصور پیدا ہوا۔

البتہ جیسے جیسے وقت گزرا' ہمارے ہاں ایسے مفکرین پیدا ہوئے جو بحمد اللہ مرعوبیت اور شکست خوردہ ذہنیت سے بہت حد تک آزاد تھے۔ انہوں نے مغرب کے عمرانی نظریات کا تنقیدی مطالعہ کیا اور اس میں صحیح اور غلط اجزاء کو علیحدہ علیحدہ کیا۔ پھر ان اجزاء کے حوالے سے اسلام کے نظامِ حیات کو مرتب اور مدوّن کر کے لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ نظامِ حیات کے حوالے سے مرعوبیت کی کیفیت اب ایک شعور اور خود اعتمادی والی فضا میں تبدیل ہو چکی ہے۔ اس کا ایک اور منطقی تقاضا بھی سامنے آیا۔ اسلامی نظامِ حیات کی طرح لوگوں میں یہ تصور بھی اُبھرا کہ اسلامی نظامِ حیات کو قائم کرنے کے لیے ایک "اسلامی تحریک" برپا کرنا ضروری ہے' بالکل اسی طرح جیسے مغرب میں مختلف نظام ہائے حیات کے لیے تحریکیں چلیں' مثلاً جمہوری تحریک' اشتراکی تحریک' نازی تحریک وغیرہ۔

'اسلامی تحریک' کی اصطلاح کا پس منظر

لفظ "تحریک" بھی ہمارے ہاں ابتدائی دینی لٹریچر میں موجود نہیں ہے۔ ایک زمانے میں اس لفظ کا استعمال شروع ہوا تو ہمارے بعض بزرگوں نے اس پر گرفت کی کہ اس لفظ کا استعمال خطرات سے خالی نہیں ہے۔ اس لیے کہ لفظ "تحریک" کے مخصوص مفاہیم ہیں۔ اگر آپ اسلام کو ایک "تحریک" قرار دیں گے تو اس سے اُن مفاہیم کو پھیلنے سے نہیں روک سکیں گے جو تحریک کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں۔ رفتہ رفتہ وہ سارے مفاہیم اور تصورات بھی اسلام میں شامل ہو جائیں گے۔ اس حوالے سے ایک دور میں مولانا سید سلیمان ندویؒ نے ایک وقیع شذرہ بھی تحریر کیا تھا۔

اسلامی تحریک کی اصطلاح دراصل گزشتہ صدی کی تیسری دہائی کے بعد بکثرت استعمال ہونا شروع ہوئی۔ دراصل مسلم لیگ جو پہلے خواص کی جماعت تھی' 1937ء کے بعد عوامی تحریک کی صورت میں اُبھری۔ اس دور میں مسلم لیگ نے کانگرس کی تحریک کے مقابلے میں مسلمانوں کو جمع کرنے کے لیے اسلامی حکومت' اسلامی نظام اور اسلامی سیاست جیسی اصطلاحات کو بکثرت استعمال کیا۔ چنانچہ اس سے ان اصطلاحات کا بہت چرچا ہوا اور لوگوں میں اسلامی حکومت قائم کرنے کا ایک جذبہ اُبھرا۔ انہیں خیال آیا کہ ہمارا بھی اپنا ایک نظام ہے اور ہمیں اپنے اس نظام کو برپا کرنا چاہیے' اسلامی حکومت قائم ہونی چاہیے۔

1939ء میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے علی گڑھ کے سٹریچی ہال میں ایک تقریر کی' جس میں انہوں نے اس دور کے تناظر میں یہ بیان کیا کہ بہت سے سیاسی اور سماجی عوامل کے باعث اگرچہ ہندوستان کے مسلمانوں میں ایک اسلامی حکومت کے قیام کی شدید خواہش تو پیدا ہو چکی ہے اور اُن میں ایک جوش وجذبہ پایا جاتا ہے' لیکن یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کی جا رہی ہے کہ اسلامی حکومت کیسے قائم ہوتی ہے۔ انہوں نے بھرپور تجزیے اور مضبوط دلائل کے ساتھ یہ بات ثابت کی کہ مسلمانوں کی ایک قومی تحریک کے ذریعے اسلامی ریاست کبھی قائم نہیں ہو سکتی۔ اس کے نتیجے میں صرف ایک قومی ریاست ہی وجود میں آ سکتی ہے۔ اُن کا یہ تجزیہ ایک تلخ حقیقت تھی جسے بعد میں تاریخ نے سچ ثابت کر دیا۔ آج پاکستان کے قیام کو 41 برس ہو چکے ہیں۔ (یاد رہے کہ محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا یہ خطاب 1988ء کا ہے) مسلم لیگ کی قومی تحریک کے نتیجے میں پاکستان تو معرضِ وجود میں آ گیا' لیکن اسلامی حکومت اور اسلامی نظام کا خواب تا حال شرمندۂ تعبیر ہے۔ مولانا مودودیؒ نے واضح کیا کہ اسلامی حکومت قائم کرنے کے لیے ایک "اسلامی تحریک" ضروری ہے' جس کے کچھ نمایاں خدوخال ہیں۔ انہوں نے اس حوالے سے خود پیش قدمی بھی کی کہ قومی تحریک کی منجدھار سے ہٹ کر ایک الگ راستہ اپناتے ہوئے' جماعتِ اسلامی' کے نام سے ایک جماعت کی تاسیس کی۔ (جاری ہے)

تحریک خلافت پاکستان

بنت اسلام

چند روز قبل مجھے داعی تحریک خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمدؒ مرحوم کی تحریر ''پاکستان میں نظام خلافت کیا، کیوں اور کیسے؟'' کے مطالعہ کا اتفاق ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس ضمن میں ایک حدیث پیش کی ہے جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے پانچ ادوار کا ذکر فرمایا ہے:

''تمہارے اندر نبوت کا دور رہے گا جب تک اللہ چاہے گا پھر اللہ تعالیٰ نبوت کو اُٹھا لے گا اور اس کے بعد خلافت ہوگی جو نبوت کے طریقہ پر ہوگی جب تک اللہ چاہے گا پھر جب چاہے گا خلافت کو اللہ اُٹھا لے گا اور اس کے بعد کاٹ کھانے والی ملوکیت ہوگی جب تک اللہ چاہے گا پھر جب اللہ چاہے گا اس کو بھی اُٹھا لے گا۔ پھر جبر و استبداد کی بادشاہت ہوگی جب تک اللہ چاہے گا پھر جب اللہ چاہے گا اس کو بھی اُٹھا لے گا پھر نبوت کے منہج پر خلافت قائم ہو گی۔ پھر آپ خاموش ہو گئے۔ (مسند احمد)

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ یہ دور جس میں ہم سانس لے رہے ہیں چوتھے اور پانچویں دور کا درمیانی عرصہ ہے۔ یعنی اس وقت انسانیت پانچویں دور کی دہلیز پر کھڑی ہے۔ بقول اقبال ؎

عطا مومن کو پھر درگاہ حق سے ہونے والا ہے
شکوہ ترکمانی، ذہن ہندی، نطق اعرابی

اپنی تحریر میں ڈاکٹر صاحب عالمی خلافت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ قرآن وسنت کی رو سے ہمیں کامل یقین ہے کہ متذکرہ بالا ''نظام خلافت'' پوری دنیا میں قائم ہو کر رہے گا۔ البتہ یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا نقطۂ آغاز بننے کی سعادت کس خطہ ارضی کے حصے میں آئے گی۔ اگرچہ چار سو سال کی تاریخ کے حوالے سے امید واثق ہے کہ اس کا نقطۂ آغاز سلطنت خداداد پاکستان ہی بنے گی۔ میں ڈاکٹر صاحب سے اتفاق کرتی ہوں اور یقین کی حد تک کہہ سکتی ہوں کہ وہ خطہ ارضی پاکستان ہی ہوگا۔ مرحوم ڈاکٹر صاحب چونکہ تحریک پاکستان کا حصہ رہ چکے ہیں، اور قیام پاکستان کے مقاصد سے آگاہ تھے، یہی وجہ ہے کہ قیام پاکستان کے بعد انہوں نے جس شد و مد کے ساتھ ان مقاصد کو زندہ رکھنے میں جو کردار ادا کیا وہ کسی اور مذہبی جماعت یا شخصیت نے ادا نہیں کیا۔ انہوں نے جس طرح اپنے ڈاکٹری کے پیشے کو چھوڑ کر ہمہ تن خود کو ملک وملت اور بالخصوص ملت اسلامیہ کی نشاط ثانیہ کے حصول کے لیے وقف کر دیا۔ ان کا یہ طرز عمل بعد میں آنے والوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ ان کے بعد ان کے فرزند اس مشن کو جس جذبے کے ساتھ آگے بڑھا رہے ہیں وہ دن دور نہیں جب ہم اس خطہ ارضی پر اعلائے کلمۃ اللہ اور حدود اللہ کا نفاذ دیکھیں گے۔ ان شاء اللہ!

اپنی اس تحریر میں ڈاکٹر صاحب نے جدید تعلیم یافتہ اور مذہبی طبقے کے درمیان رسہ کشی کا ذکر کیا ہے جو سو فیصد درست ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اب صورتحال کچھ تبدیل ہو چکی ہے۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں بھی اب کچھ نوجوان ایسے ہیں جو مغربی تہذیب کے کھوکھلے پن سے آگاہ ہیں اور اس حقیقت کا ادراک رکھتے ہیں کہ پاکستان اور امت مسلمہ کی بقا کے لیے خلافت کا قیام ناگزیر ہے۔ اس کا کریڈٹ بھی ڈاکٹر صاحب کو ہی جاتا ہے کیونکہ یہ انہی کی قربانیوں کا ثمر ہے۔ بقول اقبال ؎

نوا پیرا ہو اے بلبل کہ ہو تیرے ترنم سے
کبوتر کے تن نازک میں شاہیں کا جگر پیدا

کے مصداق ڈاکٹر صاحب نے امت مسلمہ، بالخصوص مسلمانان پاکستان میں اس ترنم کو پوری زندگی الاپا ہے۔ اس حقیقت کا اعتراف ڈاکٹر صاحب خود ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

''آپ حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ میرا بنیادی کام ہی قرآن مجید کو پڑھنا اور پڑھانا ہے۔ ہماری دعوت کا پہلا قدم ''رجوع الی القرآن'' ہے۔ اسی مشن میں میری پوری زندگی لگ گئی ہے۔ اب میرا آخری قدم ''رجوع الی الخلافہ'' ہے۔ حضور ﷺ نے مکہ میں قرآن پڑھ کر سنایا اور مدینہ منورہ میں خلافت کا نظام قائم فرمایا۔ یہی تدریج اور یہی طریقہ جو میں نے نبی اکرم ﷺ سے سیکھا ہے۔ حضور ﷺ کے ہاتھوں یہ مشن بالفعل پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا تھا۔ لیکن ہم اگر اسی کام میں اپنی جانیں لگا دیں اور کھپا دیں تو کامیابی ہی کامیابی ہے۔''

اب اگر مذکورہ بالا حدیث پر غور کیا جائے تو جیسا کہ آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق دوبارہ خلافت منہج نبوت پر قائم ہو گی۔ منہج نبوت سے یہاں مراد وہ تربیت اور کردار ہے جو آپ ﷺ نے تزکیۂ نفس کے ذریعے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اندر پیدا فرمایا۔ جس پر خلافت راشدہ کا قیام عمل میں آیا۔

اب چونکہ ''نیو ورلڈ آرڈر'' جو کہ اصل میں ''جیو ورلڈ آرڈر'' ہے کا دور ہے۔ اور طاغوتی طاقتیں اس ورلڈ آرڈر کو 2030 تک پوری دنیا میں لاگو کرنا چاہتی ہیں۔ انسانیت آج جس کرب میں مبتلا ہے اور اس ورلڈ آرڈر کے لاگو ہونے کے بعد جس اذیت میں مبتلا ہو گی اس کے شدائد کے بارے میں بھی احادیث میں خبر دی گئی ہے۔ ایسے میں ایک عادل امت کی موجودگی میں انسانیت پر ظلم وستم اللہ کے غضب کو بھڑکانے کا سبب ہے۔ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے ذاتی مفادات کو پس پشت ڈال کر ہمہ تن اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں اور دنیا میں قیام امن کے لیے خلافت کے قیام کی بھرپور کوشش کریں۔

موجودہ صورتحال میں عوام کو اگر خلافت کے قیام کے لیے قائل کر بھی لیا جائے اور اخلاق وتربیت اور تزکیۂ نفس کے بغیر ہی اگر خلافت کا قیام عمل میں آئے تو یہ لاحاصل ہو گا، کیونکہ ایسی خلافت اعلائے کلمۃ اللہ کے قیام کی کوشش میں ناکام رہے گی۔ لہٰذا ضروری ہے کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں جو نوجوان قرآن کے پیغام سے آگاہ ہیں اور اپنی زندگیاں اس کام کے لیے وقف کر چکے ہیں، انہیں تربیت اور قیادت فراہم کی جائے، کیونکہ نوجوانوں کی یہ جماعت قیادت کے فقدان کے باعث منتشر ہے۔ اس لیے ڈاکٹر اسرار احمدؒ مرحوم کے فرزند جوان کے بعد ان کے مشن کو آگے بڑھانے میں مصروف عمل ہیں، میری ان سے درخواست ہے کہ انسانیت اور بالخصوص پاکستان کی نوجوان نسل کو تباہی سے بچانے کے لیے اور پاکستان میں خلافت کے قیام کے لیے جلد از جلد ایک ایسا پروگرام تشکیل دیں جس میں قرآن کے پیغام سے آگاہ نوجوان نسل کو متحد کیا جا سکے اور انہیں تربیت اور قیادت فراہم کی جا سکے۔

اس پروگرام میں درج ذیل تربیتی مقاصد شامل ہوں:
انسان کیا ہے؟ اسے زمین پر کیوں بھیجا گیا؟ اللہ تعالیٰ اور بندے کے تعلق کے بارے میں جان سکیں۔ زندگی کی حقیقت و ماہیت کے بارے میں جان سکیں۔ ہر معنی اور ہر لحاظ سے اتباع الٰہی اور اتباع رسول ﷺ کو اپنا سکیں۔
آفاق وانفس پر غور وفکر کر کے معرفت نفس اور معرفت الٰہی کے قابل ہو سکیں۔ روح، خدا اور آخرت کا یقین حاصل کر سکیں۔ تزکیہ نفس، علم و حکمت قرآن سے روشناس ہو سکیں۔ فلسفہ خودی اور اپنی اہمیت جان سکیں۔ عقائد کی درستگی کر سکیں۔ نفسیات انسانی کے متعلق جان سکیں۔
سیرت النبی ﷺ اور سیرت صحابہ کا اثر قبول کر سکیں۔ تاریخ یہود اور تاریخ امت مسلمہ کے بارے میں جان سکیں۔ اور ان کا موازنہ کر سکیں۔ جغرافیہ، زراعت، تجارت اور صنعت کا ملکی معیشت میں کردار جان سکیں۔ اخلاقی، روحانی، لسانی وادبی اور تہذیبی روایات و اقدار کی اہمیت جان سکیں۔ مسلم ممالک میں جاری سرد جنگ کے بارے میں جان سکیں۔ عظیم طاقتوں کے درمیان جاری طاقت کی جنگ کے بارے میں جان سکیں۔ انسانی ہمدردی کے نام پر قائم نام نہاد اداروں اور ان کے کردار کے بارے میں جان سکیں۔
دشمنان اسلام کے مکروہ چہروں کو پہچان سکیں۔ زرعی، صنعتی، جغرافیائی اور تجارتی اعتبار سے پاکستان کی اہمیت جان سکیں۔ احیائے خلافت اور احیائے ملت اسلامیہ میں اپنے کردار کے بارے میں جان سکیں۔ سود اور معاشی دہشت گردی کی تاریخ کے بارے میں جان سکیں۔ یہ جان سکیں کہ سود کا خاتمہ کیسے ممکن ہے۔
امت مسلمہ کو فرقوں میں تقسیم کرنے والے عناصر کے بارے میں جان سکیں۔ غزوۂ ہند کے بارے میں جان سکیں۔
قرآن کی رو سے دیکھنے والے، سننے والے اور سمجھنے والے حقیقی انسان بن سکیں۔ موجودہ دور میں امت مسلمہ پر طاری جمود کے خاتمے کے لیے لائحہ عمل تیار کرنے کے قابل ہو سکیں۔ یہود کے انجام، مسیح دجال، اور مسیح عیسیٰ اور امام مہدی کے بارے میں جان سکیں۔ عین الیقین اور حق الیقین کی کیفیت کے ساتھ حدود اللہ کے نفاذ میں اپنا حصہ ڈال سکیں۔
امید کرتی ہوں کہ بانی تحریک خلافت پاکستان مرحوم ڈاکٹر اسرار احمد کے اس مشن کو آگے بڑھانے والے میری اس درخواست کا مثبت جواب دیں گے۔

❁❁❁

پریس ریلیز 07 جولائی 2023ء

معیشت کو شرعی اصولوں کے مطابق اُستوار کرنا حکومت کی آئینی اور قانونی ذمہ داری ہے

اعجاز لطیف

معیشت کو شرعی اصولوں کے مطابق اُستوار کرنا حکومت کی آئینی اور قانونی ذمہ داری ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے قائم مقام امیر اعجاز لطیف نے گورنر سٹیٹ بنک کے اس بیان پر شدید غم وغصہ کا اظہار کرتے ہوئے کہی کہ شرعی اصولوں کو بنکاری پر زبردستی لاگو نہیں کیا جائے گا۔ اُنہوں نے کہا کہ پاکستان کو اسلام کی بنیاد پر قائم کیا گیا اور قائداعظم محمد علی جناح نے 1948ء میں سٹیٹ بنک آف پاکستان کی پشاور برانچ کے افتتاح کے موقع پر دوٹوک الفاظ میں ملک کے معاشی نظام کی سمت کا تعین کرتے ہوئے کہہ دیا تھا کہ اسے اسلامی تعلیمات کے عین مطابق استوار کیا جائے گا۔ پھر یہ کہ آئین پاکستان واشگاف الفاظ میں اعلان کرتا ہے کہ مملکتِ خداداد میں حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ہے اور کوئی قانون سازی قرآن وسنت کے منافی نہیں ہوگی۔ آئین کے آرٹیکل 31 کے تحت یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ مسلمانانِ پاکستان کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی اسلام کے بنیادی اصولوں اور اساسی تصورات کے مطابق مرتب کرنے کے لیے تمام سہولتیں فراہم کی جائیں۔ اسی طرح پرنسپلز آف پالیسی کے تحت آرٹیکل F-38 کا تقاضا ہے کہ ملک کے معاشی نظام سے ربا کو جلد از جلد ختم کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ پون صدی سے ملک سودی قرضوں میں جکڑا ہوا ہے اور ہم مسلسل اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے ساتھ حالتِ جنگ میں ہیں۔ اسلام کے احکامات سے بغاوت کے نتیجہ میں ملک سخت ترین معاشی تنگی وتباہی کا شکار ہو چکا ہے۔ اُنہوں نے سوال کیا کہ ریاستی سطح پر اس سے بڑا جرم کیا ہوسکتا ہے کہ فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو آئے 15 ماہ گزر چکے ہیں لیکن حکومت اور معیشت سے متعلق ریاستی ادارے اس پر رتی بھر عمل درآمد کرنے کو تیار نہیں۔ آئی ایم ایف کی کڑی شرائط مان کر حاصل کیا گیا سودی قرضہ کبھی پاکستان کی معیشت کو سہارا نہیں دے سکتا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ملکی معیشت سے سود کی لعنت کو فی الفور ختم کیا جائے۔ ہمیں ملکی معیشت کو بچانے کے لیے آئی ایم ایف اور دیگر عالمی استعماری اداروں کی جکڑ بندی سے نجات حاصل کر کے اسے خود انحصاری کی بنیاد پر کھڑا کرنا ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ عدلِ اجتماعی پر مبنی اسلام کے معاشی نظام کو اپنانے سے ہی ملک میں استحکام اور خوشحالی آسکتی ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

ان شاء اللہ **رفقاء متوجہ ہوں**

''قرآن اکیڈمی K-36 ماڈل ٹاؤن، لاہور (حلقہ لاہور غربی)''
28 تا 30 جولائی 2023ء (بروز جمعۃ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

امراء، نقباء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے۔
نوٹ: درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔
ذمہ داران سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔
☆ اسلام کا انقلابی منشور (معاشی سطح پر) ☆ نجات کی راہ، سورۃ العصر کی روشنی میں
زیادہ سے زیادہ ذمہ داران پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0323-4475001 / 042-37520902

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-(042)35473375

اخوت اسلامی: قرآن و حدیث کی روشنی میں

مولانا رضوان اللہ پشاوری
سابقہ طالب علم کلیۃ القرآن، لاہور

''اخوت'' عربی زبان کا لفظ ہے جو کہ ''اخ'' سے بنا ہے اور اس کے معنیٰ ''بھائی چارہ، یگانگت اور برادری'' کے ہیں۔ اسلام میں تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، چاہے وہ جہاں کہیں بھی رہتے ہیں اور ان کا کسی بھی رنگ و نسل اور وطن سے تعلق ہو، جو کلمہ طیبہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو جاتا ہے وہ بحیثیت مسلمان ہمارا دینی بھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کے ذریعے مسلمانوں کے درمیان ایک پائیدار اور مستحکم رشتہ قائم کیا، جسے قرآن کریم نے ''رشتہ اخوت اسلامی'' کا نام دیا ہے۔ اس رشتہ کی عظمت و فضیلت، افادیت اور اہمیت کے حوالے سے قرآن مجید کی کئی آیات مقدسہ اور رسول اللہ ﷺ کی بے شمار احادیث مبارکہ موجود ہیں۔ حضرت ابوالحسن علی ندویؒ نے اخوت کی دو قسمیں لکھیں ہیں، اول یہ کہ پوری نسل انسانی ایک آدم کی اولاد ہے اور حضور اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ایسے معجزانہ الفاظ میں اس پر مہر لگادی کہ اس سے زیادہ اسلامی مساوات کا کوئی منشور نہیں ہوسکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمام انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں، ثانی قسم یہ کہ چھٹی صدی عیسوی میں ایک نئی اخوت کی بنیاد ڈالی گئی، اس اخوت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا عقیدہ، نوع انسانی کے لیے ہمدردی کا جذبہ، عدل و مساوات کے اصول اور انسانوں کی خدمت کے عزم و ارادہ پر تھی۔

قرآن پاک میں اخوت اسلامی کا ذکر:

بعثت رسول ﷺ اور نزول قرآن کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ بنی نوع انسان کو منظم کر دیا جائے اور ایک دوسرے کے ساتھ دشمنی اور عداوت کرنے والوں کو پیار و محبت اور اخوت و بھائی چارہ کے رنگ میں رنگ دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضور رحمت دو عالم ﷺ نے اہل ایمان کے درمیان ''رشتہ اخوت'' قائم کیا۔ یہ اتنا مضبوط اور پائیدار رشتہ ہے کہ اس کو دنیا کی کوئی طاقت ختم نہیں کر سکی اور نہ کر سکے گی۔ اس عظیم رشتے کی بنیاد اسلام اور اللہ و رسول ﷺ کی محبت ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ ﴾ (سورۃ الحجرات) ''بے شک ایمان والے (آپس میں) بھائی بھائی ہیں (اگر ان کے درمیان کچھ تنازع ہو جائے) تو اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح و صفائی کرا دیا کرو اور (ہر معاملہ میں) اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے اور اخوت اسلامی کے رشتہ کی موجودگی میں رنگ و نسل، زبان، قومیت اور علاقوں کی بنیاد پر بننے والے باقی تمام رشتوں کی حیثیت ثانوی بلکہ ختم ہوجاتی ہے۔ اولاً ہم مسلمان ہیں، پھر کسی دوسری پہچان وغیرہ کو اہمیت دی جاسکتی ہے جو مسلمان رشتہ اخوت پر دوسرے عارضی اور ناپائیدار رشتہ کو فوقیت یا اوّلیت دیتے ہیں وہ قرآن کے اس واضح اور صریح حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ آیت مذکورہ میں دوسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ ''اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دو''۔ آیت کے اس حصہ سے معلوم ہوا کہ دو مسلمانوں، افراد یا دو گروہوں میں اختلاف واقع ہوسکتا ہے، لیکن ان کے قریب جو تیسرا فرد یا گروہ ہے، اس کی ذمہ داری ہے کہ ان لڑنے یا اختلاف کرنے والوں میں فوراً صلح کرادے اور ان کے ساتھ ایسا سلوک کرے جو دو بھائیوں سے کیا جاتا ہے۔ بحیثیت مسلمان یہ ذمہ داری ہم سب پر عائد ہوتی ہے کہ ہم مسلمانوں کے درمیان مزید جھگڑا کرنے کی فضا پیدا نہ کریں بلکہ واقع ہونے والے جھگڑے کو نہ صرف ختم کروائیں بلکہ جھگڑے کی بنیاد اور سبب کا خاتمہ بھی کریں۔ آیت مبارکہ میں تیسرا حکم ہے کہ ''اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے''۔ آیت کے اس حصے میں تنبیہ کی گئی کہ اہل ایمان کے درمیان اگر اختلاف ہوجائے تو تمہاری ذمہ داری ہے کہ ان کے درمیان اختلاف کی خلیج کو بڑھاؤ نہیں بلکہ کم کرنے کی کوشش کرو اور صلح کرانے میں کسی بھی فریق کے ساتھ زیادتی اور ناانصافی نہیں ہونی چاہیے بلکہ ان سب کے ساتھ برابری اور خیر خواہی کا سلوک کیا جائے۔

اخوت اسلامی، اللہ کی مہربانی ہے:

امت مسلمہ سے تعلق رکھنے والے تمام لوگ آپس میں بھائی بھائی ہیں اور تمام مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں کی طرح رہتے ہیں اور جس طرح ایک بھائی دوسرے بھائی کے کام آتا ہے، اس کے دکھ درد اور سکھ میں کام آتا ہے، اسی طرح تمام مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ غریب ومحتاج مسلمان کی مالی امداد و اعانت بھی کرتے ہیں۔ اس کے دکھ سکھ اور غمی خوشی کے مواقع پر تعاون کرتے ہیں، اس طرح امت مسلمہ میں باہمی اتحاد و یکجہتی اور امداد و اعانت کی فضا قائم ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ﴾ (آل عمران:103) ''اور سب مل کر اللہ کی رسی (پیغام ہدایت) کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو اور اللہ کی اس مہربانی (انعام) کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کردی اور تم اس کی نعمت کی بدولت بھائی بھائی بن گئے۔''

اخوت اسلامی اور ارشاداتِ رسول ﷺ:

رسول اللہ ﷺ نے اپنے متعدد ارشادات میں اخوتِ اسلامی کی اہمیت، افادیت اور عظمت کو اجاگر اور واضح کیا ہے۔ فرمان رسول ﷺ ہے: عَنْ اَبِی ہُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ۔ لَا یَخُوْنُہٗ وَلَا یُکَذِّبُہٗ وَلَا یَخْذُلُہٗ۔ کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ: عِرْضُہٗ وَمَالُہٗ وَدَمُہٗ)) (سنن ابن ماجہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اس کے معاملے میں خیانت نہیں کرتا، دانستہ اس کو کوئی جھوٹی اطلاع نہیں دیتا اور نہ ہی وہ اس کو رسوا کرتا ہے۔ ایک

مسلمان کا دوسرے مسلمان پر سب کچھ حرام ہے، اس کا خون (یعنی جان)، اس کا مال اور اس کی عزت وآبرو۔ اسی طرح ایک اور حدیث پاک میں حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ((لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ)) (صحیح بخاری) ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ اس حدیث پاک میں ایمان کی ایک اعلیٰ اخلاقی صفت کو بیان کیا گیا ہے جو کہ حقیقت میں ایمان کا معیار اور کسوٹی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے لیے وہی کچھ پسند کرتا ہے جو وہ اپنی ذات کے لیے پسند کرتا ہے۔ اس حدیث کے اندر یہ اشارہ ہے کہ جس طرح کوئی اپنے لیے نقصان اور برائی پسند نہیں کرتا تو اسے چاہئے کہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی کسی نقصان اور برائی کے عمل میں شریک نہ ہو بلکہ جتنا ہو سکے، اپنے مسلمان بھائی کی عزت وآبرو کی حفاظت اور کامیابی وفائدہ کے لیے سوچے اور اس کی مدد کرے۔ چنانچہ ایک حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ((اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَلَا یُسْلِمُہٗ مَنْ کَانَ فِیْ حَاجَةِ اَخِیْہِ کَانَ اللّٰہُ فِیْ حَاجَتِہٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ کُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰہُ عَنْہُ بِھَا کُرْبَةً مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ)) (سنن ابوداود) ''بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہیں کرتا نہ ہی اسے بے یارومددگار چھوڑتا ہے اور جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی کسی ضرورت کو پورا کرتا ہے، اللہ اس کی ضرورت کو پورا کرتا ہے اور جو کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی مشکل کو آسان کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مشکلات میں آسانی پیدا کرے گا اور جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی (کسی عیب یا غلطی کی) پردہ داری کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیوب پر پردہ پوشی کرے گا۔ دوسری حدیث میں فرمانِ نبوی ﷺ ہے: ((اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ)) (متفق علیہ) ''(حقیقی) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ (کی اذیت وتکلیف) سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے بے شمار ارشادات اور فرامین میں مسلمان کو مسلمان کا بھائی قرار دیا اور حقیقی مسلمان کی نشانی یہ فرمائی ہے کہ اس کی ذات سے کسی مسلمان کو اذیت وتکلیف نہیں پہنچتی بلکہ ہر حالت میں سے راحت وسکون اور سلامتی ملتی ہے۔

رشتہ مواخات کی بنیاد و اساس:

حضور سید عالم ﷺ کا یہ بہت بڑا عظیم الشان کارنامہ ہے کہ آپ ﷺ نے امت مسلمہ کو ''رشتۂ مواخات'' کی ایک لڑی میں پرو دیا۔ جب آپ ﷺ اور مسلمانوں نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو مسلمان بالکل بے سروسامانی کی حالت میں تھے۔ نہ ان کے گھر بار تھے اور نہ ہی دوسری ضروریاتِ زندگی کا کوئی انتظام تھا۔ اس موقع پر اللہ کے پیارے رسول حضور خاتم الانبیاء ﷺ نے انصار اور مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ''عقد مواخاۃ'' (بھائی چارہ) قائم فرمایا اور ایک صحابی کو دوسرے صحابی کا دینی واسلامی بھائی بنا دیا۔

رشتہ مواخات میں صحابہ کرامؓ کا ایثار:

انصار صحابہ کرامؓ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آنے والے اپنے مہاجرین صحابہ کو نہ صرف خوش آمدید کہا بلکہ ان کو اپنی ہر چیز میں برابر کا حصہ دار بنا دیا۔ جس صحابی کے پاس دو مکان تھے، اس نے ایک مکان اپنے دوسرے مہاجر بھائی کو دے دیا۔ جس کے پاس دس بکریاں تھیں، اس نے پانچ بکریاں اپنے اسلامی مہاجر بھائی کو دے دیں۔ اسی طرح دوسری املاک (باغات، زمینیں وغیرہ) کو بھی تقسیم کر دیا۔ انصار زراعت کے پیشے سے منسلک تھے اور مہاجرین تجارت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ انصار نے مہاجرین کو اپنی زراعت میں شامل کر لیا اور مہاجرین انصار سے مل کر اپنی تجارت کرنے لگے۔ اس طرح انصار اور مہاجرین نے باہم مل کر زراعت وتجارت میں معاشی استحکام اور ترقی حاصل کی۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک انصاری صحابی حضرت سعد بن ربیع ؓ کی دو بیویاں تھیں تو اس نے اپنے مہاجر بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ سے کہا کہ میری دو بیویاں ہیں، ان میں سے جس کو تم پسند کرو، میں اسے طلاق دے دوں گا اور (عدت کے بعد) تم اس سے نکاح کر لینا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے کہا کہ آپ کے اہل اور آپ کا مال آپؓ کو مبارک ہو مجھے کوئی بازار تجارت کا راستہ بتا دے۔ اس طرح کے انوکھے، بے مثال اور حیرت انگیز ایثار وقربانی کی مثال شاید ہی دنیا کی تاریخ میں مل سکے، یہ تو صرف آقائے دوجہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیارے اصحاب کا عمل وکردار ہے۔

جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ کے پیارے رسول حضور خاتم الانبیاء ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ''عقد مواخاۃ'' (بھائی چارہ) قائم فرمایا اور ایک صحابی کو دوسرے صحابی کا دینی واسلامی بھائی بنا دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نہایت آبدیدہ ہو کر بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ نے ''عقد مواخاۃ'' میں تمام صحابہ کرام کو تو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا ہے لیکن مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا، میں تو یوں ہی رہ گیا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے نہایت پیار اور محبت کے انداز میں فرمایا کہ: ''اے علی! تم دنیا وآخرت دونوں میں میرے بھائی ہو۔'' (جامع ترمذی)

اخوت اسلامی میں صحابہ کرامؓ کی ایک اور مثال:

اسلامی اخوت و بھائی چارہ کا یہ عظیم الشان مظاہرہ تاریخ نے نہ پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ آئندہ دیکھ سکے گی۔ یہ اسی جذبہ اخوت کا ہی کمال تھا کہ ایک جنگ میں زخمیوں میں سے ایک زخمی کی آواز آئی ''پانی دو''۔ جب اس کو پانی دے دیا گیا اور وہ پانی پینے لگا تو دوسرے زخمی کی آواز آئی ''پانی چاہئے'' تو پہلے زخمی نے پانی پیے بغیر چھوڑ دیا اور کہا پہلے اسے پانی دے دو۔ جب پانی دوسرے زخمی کو دے دیا گیا اور وہ پانی ہونٹوں سے لگانے لگا ہی تھا کہ تیسرے زخمی کی آواز آئی ''پانی دیجئے''۔ گویا پانی کا پیالہ اسی طرح کئی زخمی صحابیوں کے درمیان گھوم پھر کر جب پہلے زخمی کے پاس لایا گیا تو وہ شدت پیاس اور زخموں کی تاب نہ لا کر شہید ہو چکا تھا۔ پانی کا پیالہ دوسرے زخمی کے پاس لایا گیا تو وہ بھی شہید ہو چکا تھا۔ سب زخمی صحابہ کرام ؓ نے اس طرح جامِ شہادت نوش فرما لیا۔ موت سب کے سامنے تھی، مگر ہر ایک نے اپنے دوسرے بھائی کے لیے پانی خود نہ پیا اور جامِ شہادت نوش کر لیا۔ رسول اکرم ﷺ نے مسلمانوں کے اس باہمی تعلق کو کہیں ''بھائی'' کہہ کر بیان فرمایا تو کہیں اسے ''جسم واحد'' قرار دیا اور کہیں اسے ''مضبوط دیوار'' کی مانند قرار دیا جس کی ایک اینٹ دوسری

کی تقویت کا باعث بنتی ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:
((اَلْمُؤْمِنُ اَخُوا لْمُؤْمِنِ كَالْجَسَدِ الْوَاحِدِ اِنِ اشْتَكٰى شَيْئٌ مِّنْهُ وَجَدَ اَلَمَ ذٰلِكَ فِيْ سَائِرِ جَسَدِهٖ)) (صحیح مسلم) ''مومن، مومن کا بھائی ہے (اور وہ) ایک جسم کی مانند ہے کہ اگر جسم کے کسی ایک حصے (عضو) کو کوئی تکلیف پہنچے تو اس کا درد اس کے تمام بدن میں محسوس ہوتا ہے۔'' یعنی ایک دوسرے پر رحم وشفقت کے معاملے میں مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے، اگر کسی ایک عضو کو شکایت وتکلیف ہوتی ہے تو باقی تمام جسم بھی بیداری اور بخار وتکلیف کی صورت میں اسی طرح کرب (واذیت) کو محسوس کرتا ہے۔

اخوت کو قائم رکھنے کا حکم:

اخوت اسلامی ایسا انمول، پائیدار اور عظیم رشتہ ہے کہ اس کو قائم رکھنے کے لیے بار بار حکم دیا گیا ہے۔ ایک حدیث پاک میں ارشاد ہے: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا)) (صحیح بخاری) ''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: برے گمان سے بچو! بے شک برا گمان بڑی جھوٹی بات ہے۔ ایک دوسرے کی ٹوہ میں نہ لگو اور ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو اور نہ ایک دوسرے سے دشمنی کرو اور نہ ایک دوسرے کو چھوڑو اور اللہ کے بندو آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔''

اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے اخوت اسلامی کے آداب اور احترام کے حوالے سے اپنے فرمان میں اخوت اسلامی کے رشتے کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے اصول بیان فرمائے ہیں۔ اگر صاحبان ایمان ان اصولوں پر چلنے لگیں تو ان کے درمیاں کبھی جھگڑے اور فتنہ وفساد برپا نہیں ہوں گے۔ پہلا اصول یہ ہے کہ کسی بھی مسلمان کے حوالے سے برا گمان قائم کرنا خلافِ شرع ہے۔ ہمیشہ دوسروں کے متعلق اچھا گمان رکھنا چاہئے، ہوسکتا ہے جسے ہم برا سمجھ رہے ہوں، وہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محبوب ہو۔ حدیث پاک کے پہلے حکم میں ذہن کی صفائی پر زور دیا گیا ہے کہ مسلمان کے بارے میں اپنا ذہن صاف رکھو۔ برے گمان کی مذمت بھی بڑے سخت الفاظ میں ہوئی ہے کہ برا خیال جھوٹی باتوں میں بڑا جھوٹ ہے کسی دوسرے مسلمان کا بلاوجہ تعاقب کرنا یا دوسروں کی بلاوجہ جاسوسی کرنے کو سختی سے منع کر دیا گیا۔ اسی طرح کسی سے خواہ مخواہ بغض، کینہ اور عداوت ودشمنی نہیں رکھنی چاہئے بلکہ مسلمانوں کو سب کے ساتھ محبت وشفقت کا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اگر کسی سے محبت وشفقت کرنی ہے یا کسی سے عداوت ودشمنی کرنی ہے تو اس کے لیے یہ اصول فرمایا گیا ہے کہ: ((اَلْحُبُّ لِلّٰهِ وَالْبُغْضُ لِلّٰهِ)) ''کسی سے محبت بھی اللہ کے لیے کرو اور دوسرے پر غصہ بھی اللہ کے لیے کرو۔'' یعنی ہر کام اللہ کی رضا کیلئے ہونا چاہئے۔ ایک اور حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ اِيْمَانَهٗ)) (مشکوٰۃ المصابیح) ''جس شخص نے اللہ (کی رضا اور خوشنودی) کے لیے (اس کے نیک بندوں سے) محبت کی اور اللہ کے لیے کسی (کافر یا اللہ تعالیٰ کے نافرمان) سے بغض رکھا اور اللہ ہی کے لیے (کسی کو کچھ) عطاء کیا اور اللہ ہی کے لیے (کسی کو برائی اور گناہ وغیرہ سے) روکا تو پس اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا۔ اس حدیث میں تکمیل ایمان اور اخوت اسلامی کے چار سنہری اصول بیان کئے گئے ہیں جو درج ذیل ہیں: (1) اللہ کے لیے محبت کرنا (2) اللہ کے لیے بغض رکھنا (3) اللہ کے لیے عطاء کرنا (4) اللہ کے لیے روکنا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں ان چاروں اعمال کو ایمان کی تکمیل کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ ایک حقیقی مسلمان صرف اپنے خالق ومالک اللہ وحدہٗ لاشریک سے ہی محبت کرتا ہے اور اگر کسی سے محبت کرتا ہے تو بھی محض اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے کرتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی (کافر یا اللہ تعالیٰ کے نافرمان اور ظالم وجابر) سے بغض وعناد رکھتا ہے تو وہ بھی اللہ ہی کے لیے، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے۔ حدیث کے آخری الفاظ میں حکم دیا گیا ہے کہ ''اللہ کے بندو آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ''۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ کو تمام مسلمانوں کا آپس میں حقیقی بھائیوں جیسا سلوک رکھنا کتنا عزیز اور محبوب ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے غلاموں کو واقعی ایسے رشتۂ اخوت میں جوڑ دیا تھا کہ جس کی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ اسی حوالے سے ایک حدیث مبارکہ میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ جو لوگ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، قیامت کے دن وہ نورانی چہروں کے ساتھ نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے اور انہیں کوئی غم نہیں ہوگا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے بعض بندے ایسے بھی ہیں جو نہ تو نبی ہیں اور نہ شہید لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن ان کا جو درجہ ہوگا اسے دیکھ کر نبی اور شہید اُن کی تحسین کریں گے۔ صحابہ کرام ؓ نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! ہمیں بتائیں کہ وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں محض اللہ تعالیٰ کے واسطے محبت رکھتے ہیں نہ ان کا آپس میں کوئی لین دین ہے اور نہ کوئی رشتہ ہے۔ اللہ کی قسم! ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے، جب دوسرے لوگ ڈر رہے ہوں گے تو انہیں کوئی ڈر نہیں ہوگا اور جب دوسرے لوگ غمگین ہوں گے تو انہیں کوئی غم نہیں ہوگا۔ (سنن ابی داؤد)

اخوت اسلامی کے ثمرات اور فوائد:

اخوت وبھائی چارہ مسلمانوں کے درمیان وہ عظیم رشتہ ہے جس کی بدولت مسلمان جہاں کہیں بھی بستے ہوں وہ اپنے آپ کو ایک معاشرہ کا حصہ سمجھتے ہیں۔ اخوت سے باہمی اختلافات اور تنازعات کو ختم کیا جاتا ہے۔ اخوت وبھائی چارہ سے مسلمان ایک دوسرے کی مدد اور خدمت کرنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں، جس سے معاشرتی زندگی کو استحکام ملتا ہے اور معاشرہ میں ایک اچھی اور عمدہ فضا قائم ہوتی ہے اور نیکیوں کا ماحول پیدا ہو جاتا ہے۔ اخوت وبھائی چارہ سے مسلمانوں میں اتحاد ویکجہتی پیدا ہوتی ہے، جس سے مسلمانوں کی قوت میں بے پناہ اضافہ ہوتا ہے اور مسلمانوں کی یہ قوت دیکھ کر کفار کے دلوں پر رعب ودہشت طاری ہوجاتی ہے۔ اخوت وبھائی چارہ کی بنیاد پر جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی مالی مدد کرتا ہے تو اسلامی معاشرہ میں مالی استحکام پیدا ہوتا ہے اور معاشرہ میں امن وسکون اور جذبہ ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ اخوت وبھائی چارہ کی فضا میں معاشرے کے سب افراد ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ دوسروں کا دکھ درد محسوس کرتے ہیں۔ مصیبت وآزمائش کے موقع پر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ غم وخوشی میں ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں۔

❁❁❁

علم حاصل کرنے کے فضائل و آداب

مفتی محمد وقاص

علم (جسے جہالت کی ضد کہا جاتا ہے) انسانی زندگی کا وہ انمول زیور اور بیش قیمت دولت ہے کہ جس کی بدولت انسان حق و باطل، حلال و حرام، جائز و ناجائز اور صحیح اور غلط میں واضح فرق کرسکتا ہے۔ انسان کے پاس اگر علم ہے اور وہ اس عظیم الشان دولت سے مالا مال ہے تو پھر گویا اپنی زندگی کے سفر میں اُس نے اپنے ہاتھ میں مشعل راہ تھام رکھی ہے اور وہ اس راستے کے تمام نشیب و فراز، اُتار چڑھاؤ اور جملہ سفری صعوبتوں سے گزر کر بڑی آسانی اور اطمینان کے ساتھ اپنی منزلِ مقصود پر پہنچ جائے گا۔ لیکن اگر اس کے پاس علم نہیں ہے اور وہ اس دولت سے کلیتاً محروم ہے تو پھر اس کی مثال اُس اندھے شخص کی سی ہے جو رات کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں بغیر کسی رہبر کے اپنے نشانِ منزل کی جانب ٹامک ٹوئیاں مارتے ہوئے سفر کرنا شروع تو کردے لیکن راستہ کے ہر خار، ہر روڑے، ہر موڑ اور ہر کھڈے سے اُس کی ضرور ٹکر ہوگی اور اُسے ضرور ان سے اُلجھنا پڑے گا۔ علم' قرآن و حدیث کی مبارک اور رُوشن تعلیمات کے اُس مجموعہ کا نام ہے کہ جس کی بدولت انسان اپنے حقیقی خالق و مالک اور اپنے پالنے والے کو پہچانتا ہے اور اس کی ذات کی معرفت حاصل کرتا ہے، تاکہ وہ اپنی حیاتِ مستعار اس کے احکامات اور حضور نبی کریم ﷺ کے مبارک طریقوں کے مطابق گزار کر دُنیا و آخرت کی بھلائیوں سے مالا مال ہو کر اللہ کریم کے حضور کامیاب بندہ بن کر پیش ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کا پروانہ اُسے نصیب ہوجائے۔ قرآن مجید میں مختلف جگہ اللہ تعالیٰ نے علم والوں کا مقام و مرتبہ بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ تم میں سے اُن لوگوں کے درجے بلند کرتا ہے جو ایمان لائے اور جنہیں علم عطا کیا گیا۔'' (المجادلۃ) ایک دوسری جگہ ارشاد ہے: (اے محمدؐ!) آپ فرمادیجئے! کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے برابر ہوسکتے ہیں؟ (الزمر) یعنی ہرگز برابر نہیں ہوسکتے، پس ثابت ہوا کہ علم والوں کا مقام و مرتبہ غیر اہل علم سے کہیں زیادہ بلند و بالا ہے۔ اسی طرح حدیث شریف میں آتا ہے رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر و بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں، میں علم بانٹنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والے ہیں۔'' (بخاری و مسلم) ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ: ''علم کا طلب کرنا ہر مسلمان (خواہ مرد ہو یا عورت دونوں) پر فرض ہے۔'' (جامع الصغیر) ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اُس سے اُس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے، مگر تین اعمال کا ثواب اُس سے منقطع نہیں ہوتا: اوّل صدقۂ جاریہ۔ دوسرے علم کہ جس سے لوگ منتفع ہوتے رہیں۔ تیسرے فرزند صالح کہ جو میت کے لیے دُعائے خیر کرتا رہے۔'' (صحیح مسلم) حضرت کثیر بن قیسؒ سے روایت ہے کہ میں دمشق کی مسجد میں حضرت ابودرداءؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ اُن کے پاس ایک شخص آیا اور آکر عرض کی: ''اے ابو درداءؓ! میں مدینۃ الرسولؐ سے صرف ایک حدیث سننے کے لیے تمہارے پاس آیا ہوں جس کی بابت مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے وہ حدیث نبی اکرم ﷺ سے روایت کی ہے اور کسی ضرورت سے تمہارے پاس نہیں آیا۔'' حضرت ابودرداءؓ نے فرمایا کہ: ''بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''جو شخص دین کا علم حاصل کرنے کے لئے کسی راستہ پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستوں میں سے کسی راستہ پر اس کو چلائیں گے، اور فرشتے طالب علم کی خوشنودی کی خاطر اپنے پر ان کے لئے بچھاتے ہیں اور عالم کے لیے زمین و آسمان کی مخلوقات حتیٰ کہ پانی کے اندر مچھلیاں تک استغفار کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسا کہ چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہوتی ہے اور علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء اپنے ترکہ میں درہم و دینار نہیں چھوڑتے بلکہ وہ تو اپنے پیچھے علم چھوڑ کر جاتے ہیں، پس جس شخص نے علم حاصل کیا اُس نے بہت بڑی دولت حاصل کرلی۔'' (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، مسند احمد) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رات کا ایک گھڑی علم پڑھنا پڑھانا رات بھر عبادت کرنے سے افضل ہے۔'' (مسند دارمی) ایک حدیث میں صحیح سند سے حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد مروی ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندے (عالم باعمل) کو جہنم میں داخل نہیں فرمائیں گے۔ (جامع الصغیر) ایک حدیث میں آتا ہے: ''تم اللہ تعالیٰ کو لوگوں کا محبوب بنادو، اللہ تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنالیں گے۔'' (کنز العمال) ایک حدیث میں آتا ہے کہ: ''آخرت میں اگر فقہاء (علمائے دین) اولیاء اللہ نہیں ہیں تو پھر کوئی بھی اللہ کا ولی نہیں ہے (یعنی علماء ضرور اللہ کے ولی ہیں) (سخاوی) ایک حدیث میں آتا ہے رسولِ مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ تروتازہ (خوش و خرم) رکھے اُس شخص کو کہ جس نے مجھ سے کچھ سنا پھر اُس نے آگے ویسا ہی پہنچا دیا جیسا کہ اس نے سنا تھا، اس لئے کہ بہت سے وہ لوگ جن کو کلام پہنچایا جائے اُس کلام کے سننے والے سے اس کو زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔'' (ترمذی، ابن ماجہ) ایک حدیث میں آیا ہے کہ: ''قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اُس عالم کو ہوگا کہ جس نے (دُنیا میں) اپنے علم سے نفع نہیں اٹھایا۔'' (جامع الصغیر) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ: ''جہنم میں ایک وادی (جنگل) ہے جس سے خود جہنم ہر روز چار سو بار پناہ مانگتی ہے، اُس میں ریاکار علماء داخل ہوں گے۔'' (مشکوٰۃ) ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ جس نے کسی کو ایک آیت بھی کلام اللہ کی سکھادی تو وہ سکھانے والا طالب علم کا آقا بن گیا۔'' (معجم طبرانی) ایک حدیث میں آتا ہے کہ جس عالم سے مسئلہ دریافت کیا جائے اور وہ بغیر کسی شرعی عذر کے اس کو چھپالے اور بیان نہ کرے تو کل قیامت کے دن اُس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔'' (مشکوٰۃ)

قرآن میں ہو غوطہ زن......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

عیدالاضحیٰ ایک طرف جانوروں کی قربانی، فلسفۂ قربانی اور تکبیرات کی گونج میں گزرا۔ دوسری جانب پس منظر میں مسلسل نگوڑے آئی ایم ایف سے عیدی طلب بیانیوں اور کاسۂ گدائی میں ڈالروں کی آمد نے اس شعر میں رنگ بھرا۔ نماز و روزہ و قربانی و حج، یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے۔ بالآخر 13 ذوالحج کو، جب ہمارے حاجیوں نے شیاطین پر رمی میں کماحقہ سنگ باری کر لی تو ہمارے اخباروں کی شہ سرخیاں آئی ایم ایف کے رام ہونے کی 'خوشخبریاں' لے کر آئیں!' 9 ماہ میں 3 ارب ڈالر ملیں گے' ...... ہمارا شکرانہ تو صرف یہ رہا کہ نہ علامہ اقبال کڑھنے سلگنے کو موجود ہیں، نہ گورے کے جبڑوں سے پاکستان کو نکال لانے والے دھان پان تپ دق کے مریض، بانئ پاکستان۔ جن کی آخری تقاریر میں اسلامی ریاست کی تکمیل کی تمنائیں جھلکتی تھیں۔ اسٹیٹ بینک کو سود سے آزاد معیشت پر کام مکمل کرنے کی تاکید بھی تھی۔ ہم یہ دن دیکھنے کو بیٹھے ہیں کہ پہلے مسلسل قوم کو یقین دہانیاں ورلڈ بینک، آئی ایم ایف سے رزق رسانی کی رہیں۔ اپنے معاشی الٰہوں سے قوم کو متعارف کروایا جاتا رہا...... 'چین نے دیوالیہ ہونے سے ہمیں بچا لیا'۔ سعودیہ، یو اے ای اور اسلامی ترقیاتی بینک کی نوازشات کا فخریہ تذکرہ تھا۔

یہ کسی ایک حکومت یا وزیر اعظم کا المیہ نہیں، ہم ازلی ابدی بدعنوانی، بدانتظامی اور دین سے منہ موڑنے اور 'معیشۃ ضنکا' (اللہ کی وعید: 'تنگ زندگی') میں گرفتار ہیں۔ سود کے ٹکڑوں بھرے پیکیج ہمارا رزق ہوں تو قوم کے پیٹ میں کیڑے ہی پڑیں گے۔ دماغ میں سرسریاں ہی سرسرائیں گی۔ کہتے ہیں: 'آئی ایم ایف پالیسی کے مطابق راستہ نکال لیا ہے۔ قرض کی قسط آنے سے معاشی پروگرام آگے چلے گا'۔ ہچکیاں، سسکیاں لیتا ہی چل سکتا ہے! ہماری یہ مرثیہ خوانی، احساسِ زیاں جاتے رہنے پر ہے ساری! خودی پڑھائی نہ گئی کیونکہ خودی پال کر انسان سکون سے جینے کے لائق نہیں رہتا۔ اقبال کہہ گئے:

تری زندگی اسی سے تری آبرو اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی نہ رہی تو روسیاہی!

اب اسی روسیاہی کا نام (فیئر اینڈ لولی کریم استعمال کر کے) 'خوشخبری' ہو چکا ہے۔ اب پاکستان کی شاہی خودی سے نہیں، سسک سسک کر لیے گئے کاسۂ گدائی میں بھرے آئی ایم ایف کے ڈالروں سے ہے!

ادھر قائداعظم سے موسوم یونیورسٹی کے نوجوان لڑکے لڑکیاں گئوموتر والی ہولی پر شاداں و فرحاں رقصاں ہیں۔ ایسے میں یہ دیوانگی نہیں تو اور کیا ہے کہ قوم کو یاد دلایا جائے کہ:

گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے
کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا......

یا یہ کہ غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دو میں! ایسے اشعار کی درستی اور ترمیم لازم ہے۔ بڑی چیز نہیں 'بری چیز!' جہانِ تگ و دو میں۔ ہمارے پے در پے وزرائے خزانہ کی قرضہ طلب بھاگ دوڑ دیدنی رہی۔ اب اس کے پھل عوام چکھنے کو ہیں۔ سپر ٹیکس نافذ، بجلی گیس مہنگی کرنے کی تیاری ہے۔

ایک طرف سیاسی معاشی جھگڑے چل رہے ہیں۔ دوسری طرف سینیٹ کے ڈپٹی چیئرمین 9 نئے صوبے بنانے کا مشورہ داغ رہے ہیں۔ کراچی، فاٹا، ہزارہ صوبے۔ نیز پنجاب اور بلوچستان کو تین، تین صوبوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ تاریخ پڑھی ہوتی تو اسپین کا زوال نگاہ میں ہوتا۔ تقسیم در تقسیم ملک کو کمزور کرنے کا آسان نسخہ ہے۔ کرسیاں ہی کرسیاں، نو صوبوں کے مناصب، اسمبلیاں، بجٹ، اسباب و وسائل کی فراہمی! کیا درفنطنی چھوڑی ہے! ابھی تو چیئرمین سینیٹ کا بے پناہ بھاری بھرکم مراعاتی بل شدید تنقید کے نتیجے میں انہیں واپس کرنا پڑا۔ معاشی بدنظمی اور چھینا جھپٹی کے اس غیر منصفانہ، ظالمانہ نظام کی تبدیلی درکار ہے۔

عید پر امراء کے باربی کیو پر تو قدغن نہ لگی، سری پائے بھوننے، صاف کرنے والے 68 گرفتار کر لیے کہ ماحولیاتی آلودگی کا باعث ہے یہ۔ اگرچہ عالمی سطح پر موسمیاتی ماحولیاتی بحران بھاری آفات لا رہا ہے۔ امریکا میں پہلے طوفانی بگولوں نے قیامت ڈھائی۔ چھتیں اڑ گئیں۔ درخت کھمبے گر گئے سیلابی صورت حال بنی۔ اب 3 کروڑ افراد شدید گرمی سے جھلس رہے ہیں۔ ہلاکتیں، ہیوسٹن میں سڑکیں پگھل کر، دراڑیں پڑ گئیں۔ امریکا نے مسلمان بموں سے بھون ڈالے تھے۔ افغانستان، عراق، شام، یمن میں! موسم بگولے بن کر اور سورج تپش سے انہیں بھون دینے کو تل گیا۔ (موسمیاتی شدتوں کی ذمہ داری میں امریکا بڑا شریک ہے۔)

فرانس میں 17 سالہ الجزائری نوجوان کے قتل کے نتیجے میں آتش فشاں مظاہروں نے ملک کو آن لیا۔ نسل پرستی، اقلیتوں کے ساتھ تعصب کا برتاؤ، بدسلوکی فرانس کا دیرینہ مسئلہ ہے سو اب اسے بھگت رہے ہیں۔ ہمیں بھاشن دینے والوں کی اپنی عدم برداشت نے 17 سالہ کار سوار الجیرین کے سینے میں (پولیس نے) گولی مار کر بے دردی سے قتل کر ڈالا۔ مظاہرین نے درجنوں گاڑیاں، املاک، پولیس اسٹیشن نذر آتش کر دیے۔

پیرس کے جنوب میں ایک میئر کے گھر میں گاڑی دے ماری، آگ لگا دی۔ میئر بھڑک اٹھا کہ یہ 'ناقابل بیان بزدلی اور (میرے بیوی بچے) قتل کرنے کی کوشش تھی'۔ اور جس 17 سالہ کو بلا جرم مارا گیا وہ کیا بلی چوہے کا بچہ تھا؟ فرانس کو اب فکر ہے اولمپک گیمز اور رگبی ورلڈ کپ کی جو ہونا طے ہے۔ بہت سی ثقافتی سرگرمیاں بھی انہیں روکنی پڑ گئیں۔ لینے کے دینے پڑ گئے۔ بسیں اور ٹرام سروس رات 9 بجے کے بعد روک دی گئی ہے۔

سویڈن کی بدباطنی اسلاموفوبیا اور قرآن کی بے حرمتی کے پے در پے دہشت گردانہ واقعات پر مبنی خبریں سامنے آتی رہتی ہیں۔ یورپی ممالک پہلے آزادئ اظہار کی آڑ میں پشت پناہی کرتے ہیں ایسے واقعات کی، پھر مسلم دنیا سے ردعمل آنے پر منافقانہ معذرت کر کے ایک طرف ہو جاتے ہیں۔ سویڈن ایک مرتبہ پھر آگ سے کھیلا ہے۔ عیدالاضحیٰ کے مقدس موقع پر تاک کر اسٹاک ہوم کی مرکزی جامع مسجد کے باہر، (سویڈن پولیس کی مکمل پشت پناہی میں) دو افراد نے قرآن پاک کے صفحات پھاڑ کر ان سے اپنے جوتے صاف کرنے کی جسارت کی۔ پھر صفحات پر خنزیری مواد لتھیڑ کر انہیں پھاڑا اور جلایا۔ گرفتار کسے کیا؟ وہ مسلمان جس نے غضب ناک

ہو کر پتھر پھینکے!

پوری دنیا میں مسلمانوں نے اس پر شدید ترین ردِ عمل کا اظہار کیا ہے۔ تکبیریں گونج اٹھیں۔ سویڈن کے سفیر مسلم ممالک میں بلا کر تادیب، تنبیہ کی گئی۔ او آئی سی تک بھڑک اٹھی اور تقدسِ قرآن اور شانِ رسالت کو ریڈ لائن قرار دیا۔ سویڈن کو نیٹو میں شمولیت کے لیے ترکیہ کی حمایت درکار ہے۔ اردوان نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔ 'تم ہمارے عقائد کا لحاظ نہ کرو گے تو تمہاری مدد ہرگز نہیں کی جائے گی۔' 'ہم متکبر مغربیوں کو سمجھا دیں گے کہ مسلمانوں کی تذلیل آزادیٔ فکر نہیں ہے۔ ہم دہشت گرد تنظیموں اور اسلاموفوبیا کے خلاف حتمی فتح حاصل ہونے تک اپنا شدید ردِ عمل دکھائیں گے۔' یاد رہے کہ سویڈن اخلاقی گراوٹ کی انتہا، بحر مرداری تہذیب کا بہت بڑا پرچارک ہے۔ اسکولوں میں چھوٹے بچوں تک پر یہ 'تعلیم' مسلط کی جا چکی ہے۔ سو یہ گنوار آئے دن قرآن پر اپنا غصہ نکالتا ہے جو انہیں آئینہ دکھاتا اور زجر و توبیخ کرتا ہے۔ یہ قومیں صرف تجارتی معاشی مفادات پر آنچ آنے پر تڑپتی ہیں۔ ان کا مکمل معاشی بائیکاٹ اصل علاج ہے۔ مسلم نوجوانوں کی یہ تربیت بھی لازم ہے کہ سویڈن کے جھنڈے جلانے سے بڑھ کر قرآن کی عظمت کا تقاضا خود چلتا پھرتا قرآن بن جاتا، اسے بحکم ربی مضبوط پکڑنا، اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت: 'یہ قرآن ایک سنجیدہ اور فیصلہ کن کلام ہے کوئی مذاق کی چیز نہیں ہے۔ جو کوئی ظالم و جبار شخص اس قرآن کو چھوڑے گا اللہ اس کو کچل کر رکھ دے گا اور جس نے اسے چھوڑ کر کسی اور جگہ سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کی اللہ اسے گمراہ کر دے گا۔ اور یہ قرآن اللہ کی مضبوط رسی ہے اور یہ حکیمانہ نصیحت ہے اور یہی سیدھا راستہ ہے۔' (ترمذی)

ہم انفرادی اجتماعی طور پر خود یہ بھلا کر اللہ کی پکڑ میں آئے ہوئے ہیں۔ خواہ ذوالحج کا تقدس پامال کرتے ہولی ناچنے گانے والے 'طالب علم' اور ان کے پشت پناہ پروفیسر، دانشور، اینکر ہوں یا آئی ایم ایف کے بھکاری یا اسلامی جمہوریہ پاکستان کو جن جادو جنات کے کفریہ عملیات سے داغدار کرنے اور انہیں بڑھاوے دینے والے۔ ہم بھی قرآن کے مجرم اور اس کے تقدس پر زبانی کلامی جذباتی نعرے لگانے والے ہیں۔

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدتِ کردار

تبدیلی مقام

رفقاء متوجہ ہوں

''حنیف اللہ خان ہاؤس محلہ خان آباد قصبہ بیبوڑ ضلع دیر بالا'' کی بجائے ان شاء اللہ ''میاں اقبال ہاؤس نزد جامع مسجد گندیگار دیر بالا'' (حلقہ مالاکنڈ) میں

16 تا 22 جولائی 2023ء (بروز اتوار نمازِ عصر تا بروز ہفتہ نمازِ ظہر)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔

گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:۔

☆ اسلام کا انقلابی منشور ☆ جہاد فی سبیل اللہ

زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ کورس میں شریک ہوں۔

اور

21 تا 23 جولائی 2023ء (بروز جمعۃ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

امراء، نقباء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔

☆ اسلام کا انقلابی منشور (معاشی سطح پر) ☆ نجات کی راہ، سورۃ العصر کی روشنی میں

زیادہ سے زیادہ ذمہ داران پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0307-8535574 / 0343-0912306

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 78-(042)35473375

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

''مسجد بنت کعبہ N-866 پونچھ روڈ سمن آباد، لاہور (حلقہ لاہور غربی)''

22 تا 28 جولائی 2023ء (بروز ہفتہ نمازِ عصر تا بروز جمعۃ المبارک 12 بجے)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:

☆ اسلام کا انقلابی منشور ☆ جہاد فی سبیل اللہ

زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ کورس میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 042-37520902 / 0323-4475001

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 78-(042)35473375

آئی ایم ایف کا پروگرام اور پاکستان کی زبوں حالی

وقاص احمد
(رکن تعاون فکری، تنظیم اسلامی پاکستان)

پاکستانی معیشت کے حوالے سے اگر گزشتہ دو دہائیوں میں گزرے ہوئے عرصے پر ہی بات کر لی جائے تو ان بائیس تئیس سالوں میں ریاست وحکومتِ پاکستان کے بے سمت اور گمراہ کن معاشی اقدامات، غلط سیاسی پالیسیوں اور تباہ کن اسٹریٹجک فیصلوں کی وجہ سے آج پاکستان کی معیشت بالکل گھٹنوں پہ آ گئی ہے اور خدا جانے بند کمروں میں وہ کیا فیصلے ہوئے ہیں جس پر پاکستان کی اس کمزور ترین معیشت کو آئی ایم ایف نے تین ارب ڈالر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اشرافیہ اور مقتدر حلقوں کی مجرمانہ غفلتوں اور پاکستانی عوام پر پے در پے ظلم کے بعد یہ مقام آ گیا ہے کہ 2000ء سے لے کر آج تک مزدوروں اور محنت کشوں کی بنیادی تنخواہوں میں جس شرح سے اضافہ ہوا، مہنگائی میں اس سے قدرے زیادہ شرح سے اضافہ ہوتا رہا۔ یعنی مثال کے طور پر 2000ء سے 2002ء کے درمیان میں مزدور کی کم ازکم اجرت ماہانہ 2500 سے 3000 روپے تھی تو آٹا 9 سے 10 روپے کلو تھا، دودھ 22 روپے لیٹر تھا۔ آج کم ازکم ماہانہ تنخواہ 30,000 سے 32,000 روپے ہے لیکن آٹا 150 روپے کلو اور دودھ 210 روپے لیٹر پر آ گیا ہے۔ آج محنت کش، لوئر مڈل کلاس، مڈل کلاس کی قوت خرید کم سے کم تر ہوتی جا رہی ہے اور جس حالت میں 2000ء میں تھا آج اس سے بدتر حالت میں ہے اس کا جواب ہمارے حکمرانوں سے اللہ ہی لے گا کیونکہ پاکستان کی تقریباً تمام سیاسی جماعتوں کے خمیر میں اب اس بات کی سکت، حیثیت اور صلاحیت نہیں رہی کہ وہ اس مسئلے کو حل کر سکیں کیوں کہ وہ خود اس مسئلے کا حصہ ہیں، الاماشاءاللہ۔ دوسری طرف تمام مزدور یونینز، لوئر، مڈل کلاس تنظیم اور تحاریک کو ایک سازش کے تحت بتدریج ختم کر دیا گیا ہے جو متحد ہو کر اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھا سکیں۔

خبریں یہی آ رہی تھیں کہ پاکستان آئی ایم ایف کی شرائط کو تسلیم نہیں کر رہا اور گزشتہ کئی مہینوں سے معاملات آگے نہیں بڑھ رہے لیکن اچانک ایسا کیا ہوا کہ آخری لمحوں میں وزیر اعظم شہباز شریف کے فرانس کے دورے نے آئی ایم ایف کا دل برف کی طرح پگھلا دیا۔ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور انہوں نے پاکستان کو تین ارب ڈالر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کے پیچھے کیا راز پنہاں ہیں وہ آنے والا وقت ہی بتائے گا۔ معاشی اور مالیاتی سطح پر شرائط ماننے کے لیے شہباز شریف نے جس طرح 415 ارب روپے کے نئے ٹیکسز کے اوپر مزید 215 ارب پر روپے کے ٹیکسز کا اضافہ کیا جس میں پٹرول لیوی کو ساٹھ روپے تک لے جایا گیا ہے اور تنخواہ دار پر مزید ٹیکس لگائے گئے ہیں اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اب آئی ایم ایف کو اس بات کی کوئی خاص پرواہ نہیں کہ پاکستان اپنے معاشی ڈھانچے میں کون کون سی سٹرکچرل (Structural) تبدیلیاں کرتا ہے، کیا ریفارمز کرتا ہے بلکہ اسے اب بس قرض واپس حاصل کرنے کی فکر ہے اور قرض کے خوفناک جال میں مزید پھنسا کر پاکستان سے مختلف سیاسی اور اسٹریٹجک نوعیت کے فیصلے کروانا مقصود ہے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ آئی ایم ایف کے قیام پزیر ہونے کے اسی سال بعد آج بھی حتمی فیصلے امریکی سرکار ہی کرتی ہے۔ چین آئی ایم ایف کا ایک بڑا ممبر ہے لیکن پھر بھی امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا کنٹرول بہت زیادہ ہے۔ ان تمام باتوں میں خالص معاشی و مالیاتی شرائط کے علاوہ امریکی حکومت کی کچھ سٹریٹجک شرائط بھی تسلیم کی گئی ہوں گی جس کے بعد اس پروگرام کی منظوری دی گئی ہے۔ ظاہر ہے مذاکرات میں سٹریٹجک اور عالمی سیاسی معاملات بھی زیر بحث آتے ہیں۔ تبھی اسحاق ڈار نے لانگ رینج میزائلوں کا تذکرہ تو کیا لیکن اس سے آگے ان کی ہمت نہ ہوئی۔ اندرون ملک سیاست میں بھی طاقت کا حصول باہمی تعاون سے ہوتا ہے۔ پاکستان کی طرف سے مبینہ طور پر یہ بات کی گئی ہوگی کی ایک خاص سیاسی پارٹی کے بیانیے اور انسانی حقوق کے مسائل کو اہمیت نہ دی جائے اور الیکشن جب بھی کرائے جائیں اس کے نتائج کو قبولیت بخشی جائے اور اس حوالے سے کسی خدشے کا شکار نہ ہوا جائے۔

امریکا اور اس کے پرانے اتحادیوں کے معاشی ہتھیار کے طور پر کام کرنے والے آئی ایم ایف کا یہ پرانا وطیرہ رہا ہے کہ وہ ملکوں کو (ان کے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے) پہلے قرضوں میں جکڑتا ہے اور پھر اپنی مرضی کے فیصلے کرواتا ہے۔ جان پرکنز کی ''Confessions of Economic Hitman'' کتاب میں اس کے مذموم طریقے اور انداز کھول کھول کر بیان کر دیے گئے ہیں۔ اوپر اوپر سے تو اسٹرکچرل ریفارمز کی باتیں کی جاتی ہیں لیکن اندر خانے مقتدر حلقوں سے یہی کہا جاتا ہے کہ اپنے ملک کا جو حشر کرنا چاہے کریں لیکن ہمیں ہمارا سرمایہ بمع سود کے وقت میں واپس کیا جائے۔ مشورہ تو دیا جاتا ہے لیکن اس بات پر زور زبردستی نہیں کی جاتی کہ بیمار صنعتوں کی نجکاری کریں یا پھر اس میں سے رسنے والے پاکستان کی خون پسینے کی کمائی کو بچائیں۔ ملک میں کرپشن کا خاتمہ کریں۔ نظام عدل و انصاف کو آزاد و شفاف کریں، کفایت شعاری کو اپنائیں، غیر پیداواری اخراجات کو کم سے کم رکھیں، سارے کاروباروں کو انکم ٹیکس نیٹ میں لائیں۔ (آخر ایسا کیوں ہے کہ صرف لیاقت آباد کراچی کی مارکیٹ لاہور کی تمام مارکیٹوں سے زیادہ ٹیکس دیتی ہے)۔ دفاعی نوعیت کے اخراجات کو Rationalize کریں اور زیادہ سے زیادہ پیسہ ٹیکنالوجی کے حصول، صنعتی پیداوار، ہیومن کیپٹل ڈیولپمنٹ، تعلیم و تربیت اور صلاحیتوں میں اضافہ کرنے کے لیے خرچ کریں جو پاکستان کی شرح نمو اور اشیاء اور سروسز کی برآمدات میں اضافہ کرے۔

1944ء میں ترتیب دیے گئے اس مالیاتی نظام کے اصولوں کی خاص بات یہ ہے کہ اس سے امیر لوگوں کی دولت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے جبکہ غریب کی آمدنی، اس کی بچت، اس کی قوت خرید بتدریج نیچے جاتی رہتی ہے۔ حکومت آہستہ آہستہ عام آدمی سے مفت سہولیات بھی چھینتی رہتی ہے۔ حکومت اپنے پبلک سیکٹر ترقیاتی بجٹ میں بھی کٹوتی کرتی رہتی ہے۔ آئی ایم ایف چند خیراتی ٹائپ کی سرگرمیوں کی اجازت تو دیتا ہے لیکن کسی ٹھوس اور مفید سطح کی فری سروس کو روکنے پر واویلا نہیں کرتا۔

تعلیم اور صحت پر خرچ کرنے پر زور نہیں دیتا۔ یہ کام تو ویسے بھی قرض لینے والے ملک کے لوگوں اور ان کے نمائندوں کا ہے۔ جتنا معاشی ڈسپلن ہوگا اتنے فنڈز میسر ہوں گے عوام پر خرچ کرنے کے لیے۔

آئی ایم ایف کے تین ارب ڈالر مل جانے سے پاکستان مزید ایک ایسے جال میں پھنسنے والا ہے بلکہ پھنس چکا ہے جس کے خوفناک اور بھیانک نتائج ہم تاریخ کے اوراق میں دیکھ سکتے ہیں۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک امریکا کے سٹریٹجک معاشی ہتھیار کے طور پر دنیا میں متعارف کرائے گئے تھے۔ جنہوں نے موجودہ جدید سودی قرض دینے اور لینے کا نظام قائم کیا۔ جس میں سینٹرل بینک اور اس کی اندرونِ ملک پالیسیاں نہایت اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ یہ پورا معاشی اور مالیاتی نظام ہی ہے جس کی وجہ سے آج دنیا کا بڑا حصہ غربت اور پسماندگی کا شکار ہے۔ قرضوں میں الجھانے کے بعد عالمی طاقتیں اپنی مرضی کے سودے کرتی ہیں۔ کاروباری اور تجارتی معاہدے کرتی ہیں۔ اس ملک کے وسائل پہ قبضہ کرتی ہیں، اس ملک کی معدنیات اور منافع بخش اثاثوں پر قبضہ کرتی ہیں۔ پاکستان میں اثاثے حوالے کرنے کا عمل زور و شور سے شروع ہو چکا ہے۔ اس سے پہلے آرجنٹینا، یونان، آئرلینڈ، سری لنکا اس بحرانی کیفیت سے گزر چکے ہیں۔ اس کام کے لیے طاقتوں کو کسی فوج اور کسی حملے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ بقول غالب ؎

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں رنگ لاوے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

❁❁❁

اناللہ وانا الیہ راجعون دعائے مغفرت

☆ حلقہ ملاکنڈ، سوات کے امیر حبیب علی کی والدہ وفات پاگئیں۔
برائے تعزیت:0346-9475724

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کی مقامی تنظیم مردان کے رفیق محترم سراج اللہ کے سسر وفات پاگئے۔ برائے تعزیت:0333-9945031

☆ حلقہ کراچی وسطی کی مقامی تنظیم راشد منہاس جوہر تنظیم کے رفیق فہیم زیدی بھائی کی اہلیہ (رفیقہ تنظیم) کا انتقال ہوگیا۔ برائے تعزیت:0322-8204285

☆ حلقہ کراچی وسطی کے رفیق شاہد حفیظ چودھری کے بھتیجے کا انتقال ہوگیا۔
برائے تعزیت:0321-9246196

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کی مقامی تنظیم پشاور غربی کے نقیب اسرہ محترم حیدر علی کے چچا وفات پاگئے۔ برائے تعزیت:0321-9032716

☆ تنظیم اسلامی صادق آباد جنوبی کے معتمد و ناظم مالیات محترم نذیر احمد کے داماد وفات پاگئے۔ برائے تعزیت:0333-7410754

☆ حلقہ بہاولنگر، چشتیاں کے نقیب اسرہ حسن محمود کی ساس وفات پاگئیں۔
برائے تعزیت:0333-6339600

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ
فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

of his selected field of inquiry. Compared with the vastness and grandeur of the universe, the shining sun itself is nothing more than a tiny speck, while a tiny particle of dust may open up for a scientist such realms that are hardly less in complexity and fascination than the shining sun. Similarly, the universe, matter, and terrestrial existence may look extremely trivial in contrast to God, the soul, and the life Hereafter, but if these mundane concerns are made the subject of study and research, they may lead to boundless vistas of knowledge.

This actually happened in Europe. When the universe and matter were brought under scientific investigation, man gradually discovered to his utter astonishment a clue to power and energy in apparently dead and inert material phenomena. And this led to a new revolution in the realm of knowledge and technology. A series of scientific discoveries led to greater control and exploitation of nature, and a wealth of new inventions made Europe an invisible power. The great impact and efficacy of the properties of matter became reason for focusing attention on physical laws in place of the spirit. As against the age-old discussions about God, His attributes, and spiritual entities, the physical universe and exploitation of natural forces were given prime importance in human inquiry.

<u>Ref</u>: An excerpt from the English translation of the Book "اسلام کی نشاۃ ثانیہ کرنے کا اصل کام" byDr Israr Ahmad *(RAA)*; "ISLAMIC RENAISSANCE: The Real Task Ahead" [Translated by Dr. Absar Ahmad]

Global Domination of Western Thought

The present age can rightly be described as the age of the predominance of Western philosophical thought and learning. The Western ideas about the nature of man and the universe are strongly upheld all around the world. Having taken shape roughly two hundred years ago, these ideas were continuously affirmed and reinforced by theorists and philosophers. Though politically, the present-day world may be divided into a number of blocs, one single philosophical point of view prevails throughout. This attitude has colored all human civilization and culture at the global level. No doubt some alternative viewpoints are also found here and there, but they are of marginal importance. The people, both in the Occident and in the Orient, who really have a say in public affairs, political as well as social and cultural, are without exception adhering to this viewpoint. The dominance of Western culture and philosophical thought is so pervasive and universal that even the point of view of such people as are struggling against it in some countries turns out on closer examination to be itself greatly influenced by the West. Indeed, they are themselves to a great extent Western in their approach and method and even in their purported ideology. They too think in terms of Western philosophy and ideology with the result that they lose their impact and efficacy to oppose it.

The thought pattern which is operative as the basis of present-day culture and civilization was not hatched in a day, nor is it a simple and abstract phenomenon. Over the past hundred and fifty or two hundred years, European philosophers developed a number of schools of thought about the nature of man and human life, but one central attitude that persisted all through these variegated philosophical theories, and went on gaining momentum was the disregard for ideational and transcendental concepts. Concrete fact and physical phenomena became the core and object of human inquiry and philosophical quest. God, soul, and the Hereafter gradually disappeared from the spectrum of thought, yielding place respectively to discussions about the nature of the physical universe, matter, and human terrestrial existence. Though at the academic level it was said that we neither affirm nor reject the doctrines about God, soul, and life-after-death, yet this avowedly agnostic position quite understandably led to the gradual elimination of these ideas from philosophical inquiry and discussion.

God has imbued man with many capacities and mental faculties to exploit to his benefit any field or domain, provided these faculties are properly applied. Every earnest research worker can explore a new world in the domain

Vol: 32 Regd. No. C.P.L NO.114 No.26

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore